اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ ممبر

لہ دعوۃ الحق

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۲۴
شمارہ : ۵
جمادی الآخر : ۱۴۰۹ھ
فروری : ۱۹۸۹

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۳۵ / ۳۴۱ / ۳۴۰
کوڈ نمبر : ۵۲۳۱۷

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر :
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر : مولانا عبدالقیوم حقانی
ناظم : شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
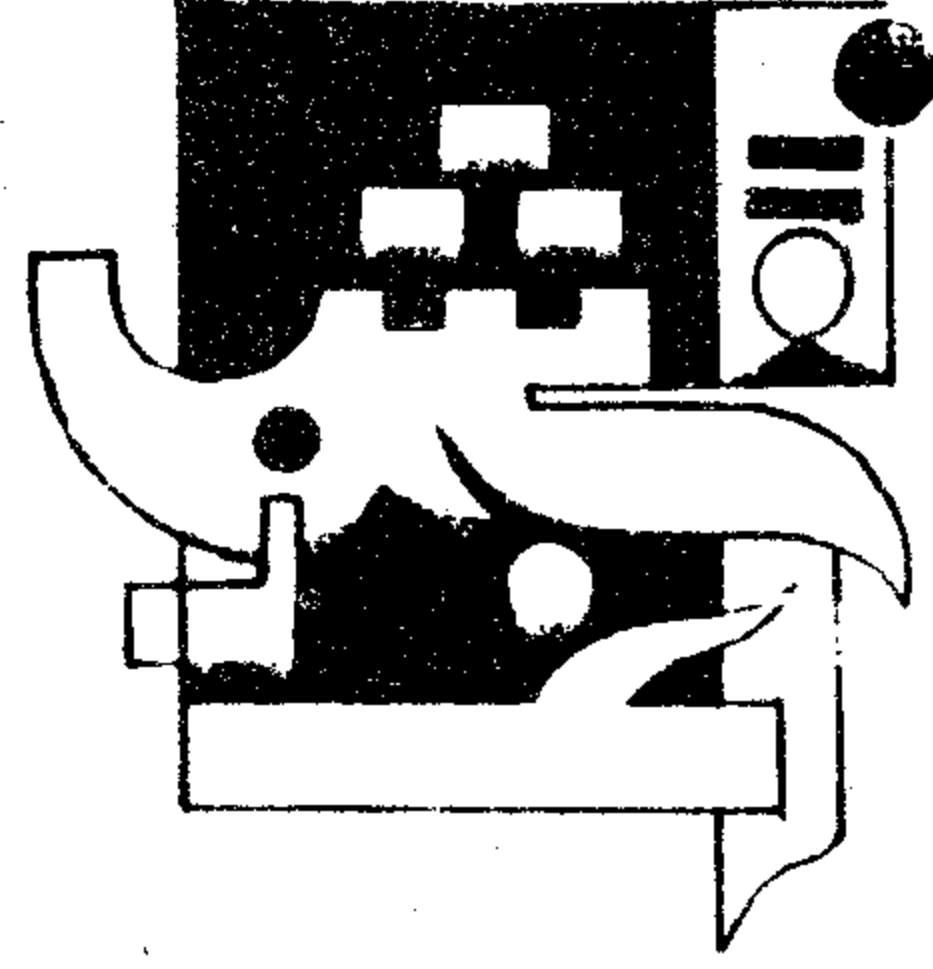
فسطائیت

ایک ظالمانہ اور استحصالی نظام

اندھی بہری آمریت اور جور و استبداد کا آغاز

فسطائیت کے منحوس سائے

یوں تو مملکتِ خداداد پاکستان پر اسی روز سے فسطائیت کے منحوس سائے پڑنے شروع ہوگئے تھے جس روز سے سیاسی قائدین ارباب بست وکشاد اور حکمرانوں نے ملک کی نظریاتی اساس سے انحراف کی راہ اختیار کر لی۔ پھر اس کے بعد جو صبح بھی طلوع ہوئی بدقسمتی سے اس نے ملک کو نظام شریعت، استحکام مملکت اور خالص اسلامی جمہوریت سے دور اور فسطائیت سے قریب تر کر دیا۔ فسطائی حکومتوں اور نااہل حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے قریب قریب سارے فسطائی ہتھکنڈے آزمانے کی کوشش کی اور انہیں مختلف طریقوں سے برابر استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ آبادی کے لحاظ سے ملک کا نصف سے زائد حصہ الگ ہو کر دشمن کے قبضے میں چلا گیا ــــــ

ان فسطائی رجحانات اور تجربات کے عبرتناک انجام بالخصوص بھٹو دور کے تباہ کن وطیروں کو دیکھتے ہوئے اس بات کی بجا طور پر توقع کی جا سکتی تھی (جب کہ واقعاتی طور پر یہ محض خوش فہمی پر مبنی اس قسم کی کوئی توقع نہیں تھی) کہ نئی حکومت ان منفی رجحانات اور آگ سے کھیلنے کے تجربات سے پوری طرح اجتناب کرے گی اور ان کی جگہ وہ دینی رجحانات کو فروغ دے گی۔ خالص دینی و اسلامی، ملک کے نظریاتی، اساسی اور اخلاقی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے تعمیر اور ترقی کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور احیائے اسلام کی طرف پوری توجہ دے گی مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

نہ وہ محفل سجی ساقی، نہ پھر وہ دور جام آیا
تیرے ہاتھوں میں جب سے میکدے کا انتظام آیا

توقعات کے یہ خیالی خاکے قلب و نگاہ کو نشاط اور آسودگی بخشنے بھی نہ پائے تھے کہ برسر اقتدار گروہ کے تشویشناک عزائم کھل کر سامنے آنے لگے۔ رہبری کے پردے میں پھر سے وہی رہزنی دہرائی جا رہی ہے سب جانتے

ہیں کہ رہزن کون ہیں ان کے خدوخال برہنہ ہیں اور جو عالمی سیاسی شاطروں کی مہرہ بازی کا کرشمہ ہیں۔ آج ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے آدمی پر بھی یہ حقیقت عیاں ہونے لگی کہ اس ملک کے عوام کے ساتھ سخت دھوکہ ہوا ہے جو جماعت غریبوں کی ہمدردی اور جمہوریت کی بحالی کے بلند بانگ دعوے لے کر اقتدار تک پہنچی ہے۔ وہ اس ملک سے دین کو مٹانے، علماء کے اثر و رسوخ، عظمتِ دینی، سیاسی تشخص اور معاشرتی وقار کو گرانے، فرقہ واریت کے فروغ دینے اور فسطائیت کو قائم کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے ع

چلنا ذرا آیا ہے تو اترائے چلے ہو

خلفشار، دہشت پسندی اور معاشی استحصال

ہم کل بھی اس معاملے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھے بلکہ اپنے دینی و اسلامی فریضۂ منصبی کے پیشِ نظر قوم کو آگاہ کرتے ہیں بھی حتی المقدور کوئی کسر نہیں چھوڑی اس لئے ہم برسرِ اقتدار جماعت کی ہیئت، جمہوریت پسندی، اسلام سے تعلق اور اہداف اور اعمال کی ترجیحات پر کوئی مستقل تبصرہ نہیں کرنا چاہتے البتہ اس کی ون پارٹی آمریت اور فسطائی عزائم کی نشاندہی کر دیتے ہیں تاکہ اس ملک کے خیر خواہ پہلے کی نسبت اور بھی اچھی طرح جان لیں کہ اس ملک کو کسی خطرناک راہ پر دھکیلا جا رہا ہے۔ کسی ملک پر فسطائی نظام کو ایک ہی لگے بندھے طریق سے مسلط نہیں کیا جاتا بلکہ بعض سیاسی مہرے اپنے بیرونی آقایانِ ولی نعمت کے اشاروں پر دستوری ضابطوں کو پامال کرتے ہوئے اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اور ملک میں سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کو اسی حد تک پریشان کن بنا دیا جاتا ہے کہ آزادی کی فضا عوام کے لئے ایک ہولناک عذاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے ظلم اور استبداد کے دیو انسانی لہو چاٹنے کے لئے یکسر آزاد کر دئے جاتے ہیں جن کے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے لوگ قید و بند کی صعوبتوں کو آزادی کی برکات کے مقابلے میں اپنے لئے زیادہ بہتر خیال کرنے لگتے ہیں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس قدر بے حس اور بے ضمیر بنا دئے جائیں کہ انہیں کبھی ظلم اور استبداد کے خلاف آواز بلند کرنے کی جسارت بھی نہ ہو ——— یوں تو فسطائیت کے بھی مختلف روپ ہیں مگر جو فسطائیت، خلفشار، دہشت پسندی، اباحیت، جنسی انارکی، فحاشی، دھونس دھاندلی عدم تحفظ کے شدید احساس اور معاشی انصاف کے پردے میں معاشی استحصال اور ناانصافی کے جلو میں آتی ہے وہ نتائج کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں پہلے آزادی کے احساسات کو مردہ کیا جاتا ہے پھر ان کے مدفن پر فسطائیت کا محل تیار ہوتا ہے اس لئے اس کے علمبردار عوامی جذبات سے یکسر بے پروا ہو کر انسانوں کو جس طرح چاہتے ہیں استبداد کی چکی میں پیستے ہیں اور انہیں کسی قسم کا کوئی کھٹکا محسوس نہیں ہوتا کیونکہ عوام کے اندر ظلم کے خلاف احتجاج کی قوت تو کیا ان کے اندر آہ بھرنے کی سکت بھی باقی نہیں رہتی۔ یہ پاکستانی قوم کی بدقسمتی ہے کہ اس پر روزِ اول سے مختلف حربوں سے فسطائیت مسلط کرنے کے پیہم تجربات کئے جاتے رہے ہیں

اور اب خلفشار اور تشدّد کے ذریعہ اس ظالمانہ نظام کو رواج دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اب کی عوامی حکومت پھر سے عوامی مفاد کے نام پر استبداد کی بھٹی میں اسے جھونک رہی ہے۔ تاکہ اس کی انسانیت جھلس کر رہ جائے اور اس کی آرزوئیں اور تمنائیں جل کر خاکستر ہو جائیں اور اس کے اندر کبھی بھی یہ احساس زندہ نہ ہونے پائے کہ وہ ذی روح انسانوں کا گروہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کی خلعت عطا فرما کر اس دنیا میں بھیجا ہے اس لئے وہ آپ جیسے انسانوں کی غلامی کے لئے نہیں بلکہ خدا کی غلامی کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اور جو فرد یا گروہ اجتماعی مفاد کے نام پر چراغاں کرکے اس کے انسانی حقوق سلب کرتا ہے وہ اس کا بہی خواہ نہیں بلکہ اس کا دشمن ہے ؎

تم تو مصروفِ چراغاں تھے تمہیں کیا معلوم

اس دیوالی میں دئے بجھ گئے کتنے گھر کے

"انا ولا غیری" کا فلسفۂ غرور

ضروری ہے کہ موجودہ حالات کا اپنے پس منظر اور پیش منظر کے اعتبار سے ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے اور اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جائے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے ارتقاء و عروج، بقاء و سالمیت اور زندگی کے رواں دواں قافلے کے ساتھ جانے کے لئے صحیح اور معتدل راہ کیا ہے اس وقت ملک بھر کی تمام دینی قوتوں دردمند مسلمانوں اور جمہور اہلِ اسلام سب سے زیادہ اسی مخلصانہ مشورہ کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں ذرا سی غلطی اور تھوڑی سی بے اعتدالی بھی ان کو کہیں سے کہیں لے جا سکتی ہے ؏

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

بد قسمتی سے فسطائی نظام دہشت اور غنڈہ گردی کے بل بوتے پر آگے بڑھتا ہے اور خوف و ہراس کی مدد سے اپنا تسلّط قائم رکھتا ہے سب جانتے ہیں کہ حکمران مسلمان کہلانے کے باوجود احکام اسلامی پر نہ تو خود عمل پیرا ہیں اور نہ اس کے اجراء کے عزائم رکھتے ہیں حکومت ہی کی سرپرستی میں پھر سے غنڈوں، بدمعاشوں، چوروں مجرموں، شرابیوں اور فتنہ پروروں کا طوطی بولنے لگا ہے۔ شرفاء کی پگڑیاں اچھالنے میں کوئی باک محسوس نہیں کی جا رہی ملک میں اسلامی اقدار کے بجائے لادینی کردار کی ترویج کی جا رہی ہے خدا کی حاکمیت پر اپنی حکومت کو اور دینی مسلّمات اور اخلاقی اقدار کے مقابلے میں آرٹس کونسلوں اور ثقافتی اداروں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ خالص مذہبی اور دینی قوتوں / اپنے مخالفین اور حزب اختلاف کے قائدین کے خلاف توپوں کے دہانے کھول دئے گئے ہیں۔ فسطائیت اور بھٹوازم کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے سوا کسی اور کو قیادت کے منصب یا متبادل قیادت کے طور پر ابھرتے دیکھنے کا روادار نہیں ہے انا و لا غیری کا فلسفہ غرور اس کی فطری نہاد ہے۔ شگاگو کے مجرم، لندن کے ڈاکو، ماسکو کے قزاق، یونان کے رسہ گیر، اسرائیل کے غنڈے اور بھارت کے ایجنٹ اب کے عوامی دورِ سعادت میں کرکس کے میدان

میں آ گئے ہیں۔ شرفاء اور سادہ لوح مسلمانوں کے ضمیر و ایمان خریدنے اور انہیں انسانیت کے اعلیٰ مقام سے ہٹانے کے لئے لالچ، دھونس دھمکی دھاندلی اور ظلم و تشدد کا کوئی حربہ بھی ایسا نہیں رہا جسے آزمانے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو بہر حال حکمرانوں کے عزائم، حکومت کی پالیسیاں، مستقبل کے ترجیحات، حکومتی ہیئت کے غوامض اور اسرار سے واقفیت کسی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے مخفی نہیں رہی۔ حکومت کا ہر کل پرزہ، وزراء، مشیران باتمکین ممبران پارلیمنٹ اور افسرانِ محکمہ غرض ہر شخص بے نقاب ہو کر سامنے آرہا ہے، نشریاتی اداروں، انٹرویوز، پریس کانفرنسوں، جلسوں میں تقاریر اور روزانہ کے اخباری بیانات سے سب کی انفرادی سیرت اور اجتماعی ذہنیت کی پہچان ہر کہہ و مہہ پر عیاں ہوگئی ہے۔ کھرے اور کھوٹے دونوں نکھر گئے ہیں۔ اقتدار اور جاہ و منصب اور سیاسی قیادت کا سٹیج ایسا پیمانہ ہے جس سے رہنمایانِ قوم کے ظرف کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے ؎

خدا جانے کس کس پہ الزام آتا
اگر ہم بیاں اپنی روداد کرتے

غیر جمہوری، غیر آئینی، ظالمانہ غیر منصفانہ اور یک طرفہ فیصلے

اس دنیا میں جہاں کہیں بھی عوامی آمریت کی راہ سے فسطائیت کا ظالمانہ نظام برپا کیا گیا ہے اور اس کے فروغ، ترویج اور غلبے کے لئے جو پالیسیاں، جو وطیرے جو حربے اور جو طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ موجودہ حکومت اور عوام کے اندر بھی وہی پہلو بڑے نمایاں نظر آرہے ہیں۔

برسرِ اقتدار طبقے کی زبان پر ہر وقت عوامی مفاد کا ورد جاری رہنے لگا ہے اور عوام عوام کے نعرے سن سن کر لوگوں کے کان پک رہے ہیں مگر عوام کے لئے سوائے الفاظ کی شعبدہ بازی کے اور کچھ نہیں کیا جا رہا بیچاری عوام کو صرف طفل تسلیوں پر زندہ رکھنے کی کوشش جاری ہے۔ بے روزگاری اور معاشی ناہمواری کے وہ مسائل جو اہلِ وطن کی زندگیوں کو عذاب بنائے ہوئے ہیں اس عذر کے تحت ٹالے جا رہے ہیں کہ خزانہ خالی اور ملک دیوالیہ ہے۔ مزدوروں بے روزگاروں، کسانوں، اجیروں کو توان کے حقوق و مراعات کے جواب میں "خزانہ خالی" ہے کی غزل الاپی جاتی ہے مگر بیوروکریسی کے چونچلے پورے کرنے کے لئے ایک ہزار سی سی کی نئی گاڑیاں خریدنے کی باقاعدہ اجازت دے دی گئی ہے۔ مشیروں کی ایک فوج ظفر موج بھرتی کر کے اور ون پارٹی کارکنوں کو سرکاری ملازمین بنا کر یک طرفہ، غیر منصفانہ ظالمانہ، غیر جمہوری اور غیر آئینی فیصلوں کو قوم پر مسلّط کر دیا گیا ہے ؎

میرا قاتل انہیں کہتے ہیں سب، اور ٹھیک کہتے ہیں
قسم سو بار وہ کھائیں قسم کھانے سے کیا ہوگا

دھواں دھار تقریروں اور بے پناہ پروپیگنڈے کے زور سے عوام کو سطحیت اور جذباتی ڈگر پر لایا جا رہا ہے

تاکہ وہ خالص دینی، اسلامی، قومی، اخلاقی اور مثبت اقدار پر اکٹھے نہ ہو سکیں۔ سیاستدانوں کی اکثریت قومی اور دینی جذبے سے عاری ہے اور جن لوگوں سے قدرے توقع تھی وہ بھی لادین مغربی جمہوریت کے بھینٹ چڑھ گئے ہیں اور بدقسمتی سے اس دور میں بھی علماء سوء کا ایک طبقہ اوامر کا حریف، نواہی کا حلیف اور منبر و محراب کا سوداگر بن بیٹھا ہے۔

اہم قومی امور اور ملک کی پالیسی کے معاملات میں قومی عزت، سیاسی آبرو، ملکی ناموس اور دینی شرف تک کی خرید و فروخت کا بازار گرم ہے۔ بڑے بڑے سربستہ راز، حکام کی خندہ ہائے نیم شبی میں گم ہوتے جا رہے ہیں، غریبوں کی جرأت جسارت، قربانی استقامت اور صداقت کے اعتراف و احترام کا محض پروپیگنڈہ ہے عملاً وہی جاگیر دار اور حکومت کے اہلکار چل رہے ہیں جو اس تمام کئے دھرے کے ذمہ دار ہیں۔

عوام کے خلاف سازشیں، سندھی نیشنل ازم کا فلسفہ

دعویٰ تو اس امر کا ہے کہ حکومت جمہوری اور عوام کی ہے مگر عوام کے خلاف سازشیں کر کے انہیں زیادہ سے زیادہ بے بس بنانے کی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ حکومت کا مزاج سرتاپا فسطائی آمرانہ اور جابرانہ ہے جمہوریت تو سر پیٹ کے عنقا ہو گئی ہے۔ جمہوری نظام سیاسی جماعتوں کے ذریعہ چلتا ہے اس لئے سیاسی جماعتوں کو جمہوری بنانے پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے مگر پاکستان دنیا کا نرالا ملک ہے جہاں جمہوریت کی دعوے دار اور برسر اقتدار پارٹی کی سربراہ سمیت وڈیرے اور جاگیردار، خوانین اور سردار اپنی سیاسی پارٹیوں کی طرح نظام حکومت کو بھی اپنی جاگیروں اور رجواڑوں کی طرح چلا رہے ہیں انتخابات اور جمہوریت کا نعرہ حصول اقتدار کے لئے لگایا جاتا ہے۔ پارٹی منشور، ملک کی نظریاتی اساس اور دستور روی کے پرزے اور اخلاقی اقدار ٹشو پیپر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ملکی سیاست بھی پیروں، نوابوں، شہزادوں اور شہزادیوں کا وراثتی کھیل بن چکی ہے سیاسی پارٹیاں وراثت اور نامزدگی کے ذریعہ چل رہی ہیں۔ اس خام مواد کے ساتھ کیا واقعی "عوامی حکومت" کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو چکا ہے ؎

جدا جب تک تیری زلفوں سے پیچ و خم نہیں ہوں گے
ستم دنیا میں بڑھتے ہی رہیں گے کم نہیں ہوں گے

ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت اور اس کی اتحادی تنظیمیں مجرموں کے محافظ اور ان کی پناہ گاہیں بن گئی ہیں۔ عوام کے لئے اس سے بڑا عذاب اور کوئی نہیں۔ حالاں کہ یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ پہلے اپنی صفوں میں شامل مجرموں کو پکڑتے، انہیں قانون کے حوالے کرتے یا کم از کم افراد کی کردار سازی اور فروغ خیر کے لئے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے تو وہ معاشرہ کے لئے سراسر رحمت بن سکتے تھے۔ موجودہ صورت حال نے مملکت کی حدود اور ملت کے وجود میں سینکڑوں متحارب دائروں کو جنم دیا ہے۔ جن کے اندر مجرموں کی محفوظ پناہ گاہیں ہیں اور ان کی نرسریاں ہیں جن کے

باہم جنگ و جدل ہے معرکہ آرائی ہے صف بندی اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کے عزائم ہیں قانون بے بس، محافظ قانون بے اختیار اور حاکمانِ وقت مفلوج ہیں۔ عدل کے تقاضے کیسے پورے ہوں۔ مجرموں کو کیفر کردار تک کون پہنچائے۔ گروہی مفادات کے رجحان نے پوری قوم کے اجتماعی مفاد کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

علاقائی تعصب اور پنجابی و سندھی نیشنلزم کا شوشہ کھڑا کر کے مستحکم مملکت کو تشتت و انتشار اور انحطاط کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ لوگوں کی اجتماعی زندگی زیادہ سے زیادہ خلفشار کی نذر کر کے ملک کے اندر افتراق اور باہمی آویزش پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جا رہی قصداً ایسی پالیسیاں بنائی جا رہی ہیں۔ جن سے معاملات سلجھنے کے بجائے الجھتے رہیں اور عوام کے اندر اپنے مستقبل کے بارے میں مایوسی کے احساسات پیدا ہونا شروع ہو جائیں۔ تاکہ فسطائیت کی علمبردار قوتیں طوفان اٹھا کر عوام کے بے لنگر فکری جہاز کو جس طرف چاہیں بہا کر لے جائیں۔ لیکن اگر قوم ذہنی اعتبار سے متوازن اور جذباتی لحاظ سے معتدل ہے۔ تو اسی تناسب سے اس میں فسطائی نظام کا قیام ناممکن ہوگا۔

ملک کو سیکولر اور سوشلسٹ سٹیٹ بنانے کی مذموم مساعی

بدقسمتی سے جس طبقہ کے ہاتھ میں اس وقت ملک کی زمام کار ہے اس کی ذہنی ساخت، اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی ذاتی اور سیاسی مصالح کا تقاضا ہے کہ اس ملک میں مغربی افکار و اقدار کو فروغ دیا جائے اور اس ملک کو مغربی ممالک کے نقشِ قدم پر چلایا جائے اور جو دینی تصورات، قومی عادات، ضوابطِ حیات اور قوانین و روایات اس مقصد میں مزاحم ہوں ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے۔ بالاختصار یہ کہ ملک اور معاشرہ کو تدریجی طور پر لیکن عزم اور فیصلہ کے ساتھ مغربیت اور مکمل لادینیت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ اور ملک کو ایک اسلامی ریاست کا تشخص دینے کے بجائے سیکولر اور ایک سوشلسٹ سٹیٹ میں تبدیل کر دیا جائے اور یہ اس لئے کہ خود اربابِ اقتدار کی روح ثقافت زدہ ہے ان کے نفس اس کے زہر سے مسموم ہو چکے ہیں اور ان کے عہدِ اقتدار کے آغاز ہی سے ابلیسی ثقافت، ارتدادی ثقافت اور اشتراکی ثقافت کے مربلوں کو ملک کی نوجوان دوشیزاؤں کی عزت و آبرو کا خون پلایا جا رہا ہے۔

۲۲ر جنوری کو پاکستان ٹیلی ویژن پر میوزک ۱۹۸۹ء کے عنوان سے جو رسوائے زمانہ اور مادر پدر آزاد پروگرام پیش کیا گیا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ساتھ رقص اور بہن بھائی کا شرمناک کردار اس پر مستزاد، معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس ملک اور قوم کا اس طرح اخلاقی دیوالیہ نکال دینا چاہتی ہے ـــــــ اس نئے ثقافتی دور میں یہود و ہنود اور عیسائی و اشتراکی ایجنٹ ایجنسیاں، دینِ اسلام، اخلاقی اقدار، شرافت، شرم و حیا اور قومی غیرت و حمیت کے خلاف کسی بھی ممکن حربہ کے اختیار کرنے سے دریغ نہیں کر رہے وہ اس قسم کے شیطانی حربوں سے اسلامی حمیت اور دینی غیرت کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے اخلاقی رہزنوں اور عالمی قزاقوں کا پورا زور اور حکومتی

مشینری کی تمام تر توانائیاں، مسلمانوں کے دینی تصلب کے خلاف صرف کی جارہی ہیں۔ ہر روز دینی مسلمات، اخلاق و شرافت اور اسلامی روایات کے خلاف کوئی کتاب، کوئی خبر، کوئی پروگرام، کوئی مقالہ، کوئی تقریب کوئی کردار اور کوئی نہ کوئی سازش ضرور انجام پذیر ہوتی ہے۔ ٹیلی ویژن ڈراموں میں داڑھیوں سے تمسخر و استہزا اور شرعی احکام و نصوص اور نبیؐ کی تعلیمات و ہدایت کے خلاف عاصمہ جہانگیر جیسی مغرب زدہ خواتین کے فرسودہ مغالطہ اور خلاف اسلام انٹرویوز اور خرافات کو ٹیلی کاسٹ کرنا ایسے ہی مذموم مقاصد کی تکمیل کا ایک مرحلہ ہیں۔ ہمارے خیال میں حکومتی سطح پر علم و نظر اور فکر و بصیرت کو اضطراب انگیز مرحلہ جانکنی درپیش ہے۔ خوشامد کا بول بالا ہے، حکمت اور دانائی احمقوں کے گھر چلی گئی ہے۔ اور وہ اپنے دماغ کی علالت کو صحت کا نام دے رہے ہیں۔ جاہل علم کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ادب کے اجارہ دار غیر ملکی ایجنٹ بن گئے ہیں۔ سیاست کے متولی کاسہ لیس اور مطلب پرست ہیں، حکومت کے نسخہ دہن سوزی کے پیش نظر سراج احمد دین پوری کی طرح بعض اہل جبہ و دستار بھی گونگے شیطان کا کردار ادا کر رہے ہیں ؎

ایں چہ شوریست کہ در دور قمرے بینم
ہمہ آفاق پُر ز فتنہ و شرے بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالاں
طوق زریں ہمہ در گردن خرے بینم

فرد واحد کے پاس بے پناہ اختیارات کا ارتکاز

فسطائی عزائم رکھنے والی عوامی حکومتیں اس بات کا پورا پورا اہتمام کرتی ہیں کہ ایک خاص شخصیت کو قوت اور طاقت کا واحد سرچشمہ بنا دیا جائے جس کے نتیجے میں پروپیگنڈے کے زور سے عوام زندگی کے ہر معاملے میں قوت کے اس واحد سرچشمے کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اس کے بارے میں منزہ عن الخطا ہونے کا تصور بھی قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی ہر بات کو حکم خداوندی کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہٹلر کے بارے میں نازی ازم کے علمبردار یہ بات برملا کہا کرتے تھے کہ جو کچھ ہٹلر کہتا اور کرتا ہے اس میں خدا کی رضا پوری شامل ہے۔ حکومت اور حکمرانوں کے کاموں میں نمائش کا عنصر بہت زیادہ غالب رہتا ہے۔ بظاہر بڑے بڑے کارنامے انجام دینے اور عوام کو جنت ارضی کے نعمتوں سے مالا مال کر دینے کے قطعی مژدے سنائے جاتے ہیں لیکن واقعات کی دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔ عوام اپنے حالات میں کوئی بہتری نہیں محسوس کرتے ــــــ اب کے حالات میں سب دیکھتے ہیں کہ ملک کو بڑی سرعت کے ساتھ فسطائیت کے جہنم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ آٹھویں ترمیم کی تنسیخ کے سلسلہ میں ریفرنڈم کا راگ بھی اسی لئے الاپا جا رہا ہے کہ اندھی بہری آمریت کے تسلط کے لئے فرد واحد کے پاس بڑی قوت اور طاقت اور بے پناہ اختیارات کا ارتکاز ہو سکے۔ حکمرانوں کا زیادہ وقت اصل مسائل پر توجہ دینے کے بجائے تقریروں، کانفرنسوں اور بیان بازیوں میں صرف ہو رہا ہے نت نئے

مظاہر دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ دستورِ مملکت ہو یا جمہوریت، اخلاقی اقدار ہوں یا نظامِ سیاست سب کو بازیچۂ اطفال بنا دیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے لادین سیاست دان، اور امراء و وزراء سمیت، ملت کا بڑا ناکارہ عنصر بن چکے ہیں۔ اب ان سے خوشامد کے سوا کسی بھی جوہر کی توقع عبث ہے ان کا وجود قوم کے لئے سرطان کا پھوڑا ہے۔ بیوروکریٹس اور حکام مغربی تہذیب اور انگریز کی گود میں پلے ہیں جو اپنے آقایانِ ولی نعمت ہی کی وفاداری کا مکمل نمونہ ہیں۔ وزیر اعظم کے زعمِ اقتدار طنطنہ، جذباتی و انتقامی زبان، کبر نفسی، ضمنی انتخابات میں کم حوصلگی، پنجاب کی صوبائی حکومت کے معاملے میں کم ظرفی اور ناشائستہ لب و لہجہ سے عام لوگ یہی تاثر لیتے ہیں کہ جن راہوں سے فسطائی نظام آتا ہے ان راستوں کو کھولا بلکہ اچھی طرح کشادہ بنایا جا رہا ہے تاکہ اس کی پیش قدمی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ ہونے پائے۔ بلکہ ان راہوں میں جو موانع موجود تھے انہیں، پوری قوت کے ساتھ مٹایا جا رہا ہے۔ کراچی کی ایک تقریب میں جناب ڈاکٹر رشید چودھری کی اس لئے پسلیاں توڑ دی گئیں کہ اس نے حکومت کے ایک وزیر کی موجودگی میں صدر ضیاء الحق مرحوم کا نام لیا تھا۔ یہ چارے فسطائی سیاست کے انتقامی پہلو کی زد میں آ گئے اور اب موت و حیات کی کش مکش میں ہیں پھر داخلی طور پر بھی ایسے عوامل اور محرکات کو ترجیح دی جا رہی ہے جس سے لوگ فسطائیت کے قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ فسطائیت کی کامیابی کی پہلی منزل یہی ہے کہ عوام پر اپنی پریشان فکری اور پریشان نظری کی وجہ سے ان کا گوہرِ مقصود ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے انہیں، یہ معلوم نہ ہو سکے کہ انہوں نے کدھر جانا اور کیا کرنا ہے ان کی جد وجہد اور صلاحیتوں کا کوئی تعمیری مصرف باقی نہ رہے اور قید ہونے کے باوجود انہیں اپنی گرفتاری کا احساس نہ ہو سے

قید خانے کی بظاہر کوئی دیوار نہیں

ہم گرفتار ہیں ایسے کہ گرفتار نہیں

الحاد کا فروغ، معاشی بے تدبیریاں اور تلخ ثمرات

فسطائیت چھوٹی چھوٹی قومیتوں کا تصور ابھارنے سے ملت کا شیرازہ منتشر کر دیتی ہے جس سے فکری انتشار پیدا ہوتا ہے جو خود فسطائیت کے پنپنے اور لادینی نظاموں کے غلبہ اور فروغ پانے کے لئے کھاد کا کام دیتا ہے آغاز کار ہی سے آپ ریڈیو ٹیلی ویژن کے صرف ایک روز کے پروگراموں کا جائزہ لے لیں۔ سرکاری اخبارات کے اداریوں، شہ سرخیوں اور مضامین پر اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالیں تو حکومت کے عزائم کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ دو ماہ کے اس قلیل عرصہ میں جس الحاد اور انتشار کے بیج عوام کے ذہنوں میں بوئے گئے ہیں اس کے تلخ ثمرات قومی زندگی کے ہر گوشے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ معاشی زندگی میں بھی خلفشار کے جو بھیانک اور خوفناک مناظر سامنے آ رہے ہیں اس سے تو یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بے چارے مزدور کی شبِ تاریک بھی دور ہو جائے گی اور معاشرہ بے روزگاری کے دستِ برد سے نجات حاصل کرے گا۔ یا بڑھتی ہوئی مہنگائی اور چڑھتی ہوئی قیمتوں کی عنان روک کر ان کے اندر

اعتدال بھی پیدا کیا جا سکے گا؟

اور ہم سمجھتے ہیں کہ معاشی میدان میں قصداً اور پیہم بے تدبیریاں کرکے روزگار اور قیمتوں کے توازن کو شدید متزلزل رکھ کر خوف و ہراس کی ایسی کیفیت پیدا کی جا رہی ہے جو بالآخر فسطائیت کے قیام پر منتج ہو۔ سستی شہرت کے حصول کے لئے خوش کن نعروں کی بھرمار سے محنت کشوں کا دل بہلایا جا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سرمایہ کاری کا دائرہ سکڑنے کی وجہ سے پیدائش دولت اور روزگار میں تشویشناک حد تک کمی واقع ہو رہی ہے اشیاء صرف کی قیمتوں میں سرعت سے اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے موجودہ حالات میں ایک نادار اور مفلس تو کیا ایک اوسط درجے کی آمدنی رکھنے والے شخص کی زندگی بھی عذاب بن گئی ہے — علاوہ ازیں دہشت پسندی اور غنڈہ گردی کی قہرمانیوں سے شاید ہی کوئی شہری ہو جو پریشان حال نہ ہو۔ سماج دشمن عناصر کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ وہ ہر کام دیدہ دلیری سے کر گذرتے ہیں۔ کوئی ان سے بازپرسی کی جرأت نہیں کرتا، قتل، ڈاکہ زنی، چوری، اغوا، بربریت اور اس نوعیت کے دوسرے سنگین جرائم زندگی کا معمول بن گئے ہیں۔ ان جرائم کے بڑھنے سے عوام میں عدم تحفظ کا احساس پرورش پا رہا ہے جو فسطائیت کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ جو شخص اپنی زندگی اور آبرو کو محفوظ سمجھتا ہے۔ اس کے اندر اپنے انسانی اور شہری حقوق کے تحفظ کا احساس بھی انگڑائیاں لیتا ہے اور جو شخص اپنی زندگی کو ہر لمحہ غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ وہ ایسی غلامی کو اپنے لئے بہت بڑی نعمت خیال کرتا ہے جس کا طوق پہننے سے اس کی زندگی کا تحفظ ہو جائے۔ ع

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

فسطائیت کے تسلط، ترویج اور غلبہ و فروغ کا یہ اندوہناک آغاز اس کے علمبرداروں کے لئے تو خوشی اور مسرت کا باعث ہو سکتا ہے مگر اس ملک کے حقیقی بہی خواہوں کے لئے سخت وجہ پریشانی ہے جو اس ملک کو اس لعنت سے محفوظ و مامون دیکھنا چاہتے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ احساس واقعۃً بھی اصلاحِ انقلاب امت کا ذریعہ ہو سہ

ہنسنے کا تو موقع نہیں آ بیٹھ کے رو لیں
یہ فرصتِ غم بھی دلِ ناکام بہت ہے

وفیات

جناب الحاج محمد یوسف ؒ | ۱۶ر جنوری ۱۹۸۹ء بروز پیر دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص اور ہمدرد رکن شوریٰ جناب الحاج محمد یوسف ؒ کا بھی انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے یوم تاسیس اور تعمیری لحاظ سے خشتِ اول سے لے کر اب کی وسیع تعمیرات تک دارالعلوم کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث ؒ کے ساتھ خدمت و رفاقت خادمانہ تعلق، دلسوزی و جاں فشانی اور اس گلشن علم کی سیرابی و شادابی میں ہمہ وقتی فکر و ہم اور بھرپور تعاون فرماتے رہے

مرحوم ان چار شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ جو دن بھر دارالعلوم کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے بارے میں مصروف خدمت رہتے تھے اور رات کو نماز مغرب کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کو دن کی تمام کارگذاری سے آگاہ کرتے اور کل کے کام کے لئے باہمی مشاورت سے لائحہ عمل تیار کرتے۔ اس موقعہ پر اپنا کھانا گھر سے لاکر حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ تناول فرمانے کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ دارالعلوم کے لئے چندہ کی فراہمی اور اخراجات میں کفایت شعاری مرحوم کا خاص وصف تھا۔ دارالعلوم کا مفاد ان کو ہر لحاظ سے عزیز تھا شدید علالت سے قبل آخر عمر میں دارالعلوم کے لئے چندہ کی فراہمی کے سلسلہ میں اسفار کئے۔ ان کا سانحہ ارتحال بھی مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے لئے ایک ذاتی صدمہ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ عظیم دارالعلوم، ہزاروں فضلاء اور جہاد افغانستان اور جنگ کے سینکڑوں مجاہدین کے کارہائے نمایاں اپنے اساتذہ و مربیین کی طرح مرحوم کے لئے بھی ایک صدقہ جاریہ ہیں اور یہ سلسلہ اجر و ثواب قیامت تک قائم رہے گا۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں علاقہ بھر کے مسلمانوں، دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ اور طلبہ نے شرکت کی۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تدفین کے بعد حاضرین سے خطاب میں مرحوم کے عظیم دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور ان کے خالص دینی اور تاریخی کردار کو صدقہ جاریہ کے اعتبار سے لافانی قرار دیا۔

جناب الحاج ثمین جان صاحب

حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایک دوسرے عقیدت مند اور دارالعلوم کے مخلص الحاج جناب ثمین جان صاحب کا ۳۱ جنوری کو انتقال ہوا۔ مرحوم کا زندگی بھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ گرویدگی، محبت نیازمندانہ وخادمانہ تعلق رہا۔ حضرتؒ کے مواعظ، مجالس، اور خدمت وصحبت کی برکت سے موصوف کی زندگی میں عنفوان شباب ہی سے صالحیت کے آثار نمایاں ہوگئے۔ ۱۵، ۱۶ سال عمر تھی کہ حضرتؒ کی ایک تقریر اعتکاف کی فضیلت پر سُنی تو ۴۰ سال تک رمضان المبارک میں اعتکاف کو اپنا معمول بنا لیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی زندگی میں اپنے محلہ کی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) کی تعمیر جدید کا ارادہ فرمایا تو موصوف آگے بڑھے اور اس تعمیری مہم کی تکمیل کے لئے شب و روز مصروف رہے مگر افسوس کہ وہ اپنی زندگی میں اس مسجد کو تعمیری صورت میں نہ دیکھ سکے۔ وفات سے دو روز قبل حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ کے ساتھ دارالعلوم کے کام کے سلسلہ میں سرگودھا کا سفر کیا۔ واپس ہوئے تو درد شکم کا عارضہ لاحق ہوا مگر افاقہ بھی ہوگیا تھا۔ وفات سے گھنٹہ ڈیڑھ قبل رات کے ۱۲ بجے مسجد کے حسابات کی کاپی طلب فرمائی حسابات درست کئے اور سو گئے۔ صبح اٹھایا تو مرحوم کا روح قفس عنصری سے پرواز کرچکا تھا۔ مرحوم کی وفات سے دارالعلوم ہی نہیں پورا علاقہ سوگوار ہے۔ علاقہ بھر کے مسلمانوں کی کثیر تعداد اور دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ نے جنازہ میں شرکت کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تدفین کے بعد اپنے مختصر خطاب میں مرحوم کے دینی خدمات اور بعض فضائل و احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ اور ان کے دینی خدمات کو مرحوم کے لئے عظیم صدقہ جاریہ قرار دیا۔

عبدالقیوم حقانی

داعئ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

جہادِ افغانستان کا تاریخی پس منظر

فتح وشکست کے اسباب اور قوت کا سرچشمہ

افغان علماء، مشائخ، فضلاء، طلباء اور عامۃ المسلمین سے داعئ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا فکر انگیز خطاب، جس میں افغانستان کے حالیہ بدترین انقلاب کی پیشگوئی، پس منظر، عوامل ومحرکات کی نشاندہی تدارک اور اسلامی انقلاب کے لائحہ عمل اور خالص اسلامی ومستحکم افغانستان کی تعمیر وتشکیل کی دعوت دی گئی ہے۔ افغان مجاہدین ان مراحل سے گذرے ہیں۔ نو سال کے طویل ترین اور صبر آزما جہاد کے بعد اب فتح ونصرت کے نازک اور حساس ترین مرحلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ادھر پاکستان میں ان تمام اسباب ومحرکات کو کھلے بندوں اپنایا جا رہا ہے جو افغانستان کی موجودہ ہلاکت وتباہی کا ذریعہ بنے۔ ایسے حالات میں موصوف کا یہ گرانقدر خطاب افغانیوں سمیت برصغیر کے تمام مسلمانوں بلکہ پوری امت مسلمہ بالخصوص اہل پاکستان کی دینی حمیت، وحدت اور خالص اسلامی انقلاب کی انگیخت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ موصوف نے یہ تقریر ۱۹۷۳ء میں کابل یونیورسٹی کے ہال میں کی تھی۔ (ع ق ح)

محترم حاضرین! آپ حضرات اور خاص طور سے ادب اور تاریخ کا ذوق رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ افغانی قوم اُن قدیم اقوام میں سے ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے آزادی اور عزت وسربلندی کی زندگی گذار رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قدیم زمانہ ہی سے اسے غیر معمولی انسانی قوتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ دوستو! میرا ذوق تاریخی رہا ہے اور میں اس کے اظہار میں کوئی تکلف محسوس نہیں کرتا کہ تاریخ ہی کے مطالعہ وتحقیق میں میری عمر گذری ہے، یہی میرا محبوب ترین موضوع رہا ہے۔ میں اپنے تاریخی ذوق سے مجبور ہو کر آپ حضرات کے سامنے یہ سوال رکھنا چاہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ صدیوں تک افغانی قوم دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہی، دنیا میں گذرنے والے خیر وشر، نیک وبد، فتح وشکست اور ظلم وستم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا اس جسور وغیور، قیادت کی مستحق، زندگی سے بھرپور، دست وبازو کی طاقت اور جذبہ کی فراوانی سے بہرہ ور، باہمت اور باعزت قوم کے طویل عرصہ تک دنیا سے کنارہ کش رہنے، اپنے خول میں بند رہنے اور ایک گوشہ میں محدود رہنے کا راز کیا ہے؟ کیا اس عزلت اور گوشہ نشینی کی وجہ یہ تھی کہ افغانستان اور دنیا کے دوسرے ممالک کے درمیان بلند اور دشوار گذار پہاڑوں کی

ناقابلِ عبور دیوار حائل تھی؟ نہیں میرے دوستو! تاریخ کی شہادت تو یہ ہے کہ آسمان سے باتیں کرتے ہوئے برف پوش اور دشوار گذار پہاڑ کبھی بھی غازیوں اور اولوالعزم فاتحین کی راہ کی رکاوٹ نہیں بن سکے۔ آپ حضرات واقف ہیں کہ یہ ناقابلِ عبور اور پیچ در پیچ رستے جن میں انسان کی عقل جواب دے جاتی ہے، جو افغانستان کو ہندوستان اور پاکستان سے الگ کرتے ہیں، جب اللہ نے اس امت میں سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین محمد غوری اور احمد شاہ ابدالی جیسے صاحبِ عزم و ہمت پیدا کیے تو یہ اونچی اونچی چوٹیاں یہ خطرناک گھاٹیاں اور یہ دشوار راستے اسلام کے سیلِ رواں کے سامنے حقیر تنکے ثابت ہوئے ۔۔۔۔۔۔ پھر کیا یہ قوم قید و بند کی زندگی گذار رہی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، بارہا یہ قوم اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکی تھی، اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکی تھی، لیکن اس کے باوجود سرسبز و شاداب چراگاہوں، مویشیوں اور زرخیز کھیتیوں جیسے محدود وسائل زندگی پر قانع کیوں تھی؟ اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔

پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب اسلام اس علاقہ میں آیا تو اچانک یہ قوم ہزاروں سال کی نیند سے بیدار ہو گئی اور اتنی لمبی چھلانگ لگائی جس کی دوسری قوموں میں مثال نہیں ملتی۔ اسلام کے زیرِ سایہ آتے ہی یہ لوگ سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ بلند ہمت، دوربین اور فولادی عزائم کے مالک نظر آنے لگے۔ یہ قوم بزمِ کائنات میں شامل ہوئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مدفون خزانہ یا کوئی سربستہ راز تھا جو اچانک منکشف ہو گیا۔ کیا ان کے جسموں سے بجلی کا کرنٹ چھو گیا تھا یا کوئی جادو کی چھڑی تھی جس نے آن کی آن میں اس قناعت شعار، ٹھہری ہوئی پرسکون اور عزلت گزیں قوم کو غیور و جسور، ظفرمند اور رواں دواں قوم میں بدل دیا۔ کیا اس طوفانی ندی کے دہانے پر کوئی بڑی سی چٹان پڑی ہوئی تھی جو اس کے زور اور روانی کو روکے ہوئے تھی؟

افغانوں کی زندگی کے انقلاب کا حقیقی سبب اور اس کی شاہ کلید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی برکت سے تین بنیادی اور اہم جوہروں سے نوازا تھا۔

(۱) طاقتور پیغام اور اس کے اغراض و مقاصد (۲) نوعِ انسان، خارجی دنیا اور حقائق اشیاء کے بارہ میں وسیع نقطۂ نظر (۳) اللہ کی مدد و تائید پر کامل اعتماد اور جدوجہد کے نتائج پر یقین۔

یہ وہ تین عناصر ہیں جن سے قوم کے کردار کی جدید تشکیل ہوتی ہے، اس کو نئی زندگی ملتی ہے اور وہ نئی تاریخ بناتی ہے اور اپنی مخفی طاقتوں اور نامعلوم وسعتوں سے دنیا کو حیران و ششدر کر دیتی ہے۔

پہلے اس قوم کے پاس کوئی پیغام یا کوئی بلند مقصد نہیں تھا، ایک چھوٹے سے علاقہ تک محدود تھی، اپنے جانوروں اور مویشیوں میں مگن رہتی تھی، اکثر آپس ہی میں برسرِ پیکار رہتی تھی۔ اور جیسا کہ ایک عرب شاعر نے کہا ہے ؎

واحیانا علیٰ بکر اخینا　　اذا ما لم نجد الا اخانا

(اور جب جنگجو فطرت کو جوہر دکھانے کیلئے کوئی دشمن نہیں ملتا تو ہم اپنے ہی بھائی بندوں کو تاکتے ہیں)

اور جنگوں اور آویزشوں کا انجام اخلاقی اور روحانی بے مائیگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب خانہ جنگی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تاخت و تاراج کرتا۔ ایک شاخ دوسری شاخ پر دھاوا بولتی اور ایک خاندان، دوسرے خاندان کی تاک میں رہتا۔ اسی طرح افغانیوں کے سامنے بھی اپنی خون آشام فطرت کی تسکین، اپنی جنگ کی پیاس بجھانے، اور فطری طبیعت کو مطمئن کرنے کے لیے خانہ جنگیوں، چراگاہوں اور جانوروں کے لیے لڑائیوں، قبائلی یا انفرادی غیرت و نخوت کے اظہار یا نام نہاد اور خیالی اہانتوں کا بدلہ لینے کے لیے برسرِ پیکار رہنے کے علاوہ اور کوئی میدان نہیں ملتا تھا۔ ایک عرب شاعر نے حقیقت کی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

النار تأكل نفسها ان لم تجد ما تأكله

(آگ کو جلانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو خود اپنے آپ کو جلا ڈالتی ہے)

لیکن جب اسلام آیا تو عربوں کے سامنے ایک بلند مقصد اور انسانیت کیلئے ایک طاقتور پیغام آگیا۔ یہی حال افغانیوں کا ہوا اسلام سے پہلے یہ صرف اپنے لیے زندگی گذار رہے تھے اور اب اللہ کا یہ فرمان ان کے کانوں کی راہ سے دل میں اتر رہا تھا:۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو انسانوں کے لیے خاص طور پر لائے گئے ہو، بھلائیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور ان کے ذہن و دماغ میں یہ بات جاگزیں ہو گئی کہ وہ باغوں اور کھیتوں میں آپ سے آپ اُگ جانے والے گھاس پھوس نہیں ہیں بلکہ بجائے خود مقصود و مطلوب ہیں، ان کے ساتھ بلند مقاصد ہیں، ان کی ذمہ داریاں ہیں، جدوجہد اور کارکردگی کے نشانے متعین ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ وہ ایسی امت ہیں جو انسانوں کے لیے خاص طور سے بنائی گئی ہے، جو لوٹ مار اور خونخواری کے جذبہ کو تسکین دینے کے لیے آپ سے آپ نہیں پیدا ہوتی ہے۔ تو ان کی زندگی، ان کے خیالات اور رجحانات میں زبردست انقلاب آگیا، اب وہ اپنا مقصدِ وجود اور اپنی زندگی کی غرض و غایت یہ سمجھنے لگے کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے لیے جدوجہد کریں اور اس راہ میں قربانیاں دیں، یہاں تک کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہو جائے اور انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر اُجالے میں لائیں، بندوں کی غلامی سے نجات دلائیں اور خدائے واحد کے آستانہ عالی پر پہنچائیں، دُنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعت سے روشناس کرائیں اور دوسرے مذاہب کی زیادتیوں سے آزاد کرا کے اسلامی عدل و مساوات کے زیرِ سایہ لائیں۔

حضرات! اس قوم کے پاس کوئی پیغام نہیں تھا، اسلام آیا تو ایک بلند پیغام اور زندگی کا بلند مقصد اس کے سامنے آگیا، اس نے اسلام کے ابدی پیغام کو اپنے سینے سے لگایا ___ اور اسی نے ان میں نئی روح پھونک دی، وہ بدترین جہالت اور گھنگھور تاریکی میں زندگی گذار رہی تھی، خرافات اور حماقتوں میں بھٹک رہی تھی، ایک انسان دوسرے انسان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا

طاقتور کمزور کو نگل جانے کی کوشش کرتا تھا، حقوق پامال ہو رہے تھے، عزتیں لٹ رہی تھیں اور ہر طرح کے جذبات وخواہشات پوری کی جا رہی تھیں کہ اچانک ان کے جسم میں ایک نئی روح دوڑ گئی، ان کے افکار وخیالات، احساسات اور اعصاب پر چھا گئی اور اب وہ نئی قوم تھے، وہی انسان تھے، ان کی زمین وہی تھی، آب وہوا وہی تھی، دست وبازو وہی تھے لیکن اس جدید پیغام نے انہیں جدید امت بنا دیا۔

دوسرا عنصر یہ ہے کہ افغانی بہت تنگ اور محدود زندگی گذار رہے تھے، کائنات اور انسان کے بارہ میں اُنکا نقطۂ نظر بہت محدود تھا۔ انسان کون ہے؟ افغانی انسان ہیں، جو اس علاقہ میں رہتے سہتے ہیں، یہاں کی زبان بولتے ہیں، اس ملک کا لباس پہنتے ہیں، اس کی محبت کے گیت گاتے ہیں، اسی تنگ نقطۂ نظر نے انہیں اس تنگ دائرہ میں محدود کر رکھا تھا۔

اسی طرح زندگی کیا ہے؟ کھانا پینا، عیش وآرام، قوت وشوکت، حکومت وریاست، وہ اسی طرح زندگی گذارتے تھے جیسے مچھلیاں، یا مینڈک تالابوں میں جیتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب، ترک اور ایرانی سب کا یہی حال تھا۔ اسلام ہی نے ان سب کو اس تنگ وتاریک قیدخانہ سے نکالا، جیسا کہ ایک عرب قاصد نے شاہِ ایران سے کہا تھا:۔

لنخرج من شاء اللہ من ضیق الدنیا الی سعۃ الدنیا والآخرۃ۔ — جس کو اللہ توفیق دے اسے ہم دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا وآخرت کی وسعت میں پہنچا دیں۔

حضرات! آپ کے آباؤ اجداد انسان کے بارہ میں بہت تنگ نقطۂ نظر رکھتے تھے، اس میں اعلیٰ ظرفی نہیں تھی، بلند نگاہی نہیں تھی، اس میں گہرائی نہیں تھی۔ اسلام نے ان کو وسیع نقطۂ نظر عطا کیا، تو ان کی نگاہوں میں تمام انسان ایک خاندان اور پوری دنیا ایک گھر ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ فرمان ان کا عقیدہ بن گیا:۔

کلکم من آدم وآدم من تراب لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی۔ — تم میں کا ہر ایک آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے بنے ہیں نہ تو کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر مگر تقویٰ کے اعتبار سے۔

پھر ان کا نقطۂ نظر اتنا وسیع ہو گیا کہ وہ نہ جغرافیائی حدود کو تسلیم کرتے تھے نہ خود ساختہ اور بے دلیل تقسیمات کو۔ مسلمان ان حدود سے نکل کر وسیع کائنات میں آگئے اور اگر یہ وسیع نقطۂ نظر نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح صدیوں تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔

تیسرا عنصر ہے مضبوط ومستحکم اعتماد؛ جب وہ خدائے واحد پر ایمان لے آئے، اس کے رسولؐ اور آخرت پر ایمان لے آئے اور یہ سمجھ گئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، اس سے نہ ایک لحظہ پہلے آسکتی ہے نہ مؤخر ہوسکتی ہے، اور انہوں نے اللہ کا فرمان سنا اور اس کو دل میں بسا لیا کہ:۔

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي — تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آ دباوے گی اگرچہ

مُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ط (النساء آیت ۷۸) | تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔

إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ٥ (یونس آیت ۴۹) | جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔

اس ایمان نے ان کو خود شناسی اور خود اعتمادی عطا کی، وہ یہ سمجھ گئے کہ انسان کی موت اُسی وقت آسکتی ہے جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے، تو انہوں نے اس کا بھی یقین کر لیا کہ دنیا میں ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر چیز اللہ ہی کے دستِ قدرت و اختیار میں ہے۔

پھر انہوں نے مزید خود اعتمادی اس آسمانی پیغام سے حاصل کی کہ ان کی حیثیت خدا کی فوج کی ہے اور وہ اللہ اور اس کے دین کے معین و مددگار ہیں، انہوں نے اللہ کا یہ فرمان سُنا:۔

انهم لهم المنصورون ٥ و انا جند نا لهم الغالبون ٥ (الصّٰفّٰت آیت ۱۷۲،۱۷۳) | بے شک وہی غالب کیے جاویں گے اور (ہمارا تو قاعدۂ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ (المجادلہ، آیت ۲۲) | خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ - (المومن: آیت ۵۱) | ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) کھڑے ہوں گے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ٥ (المنافقون: آیت ۸) | (بلکہ) اللہ کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ٥ (آل عمران: آیت ۱۳۹) | اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

اور اسی طرح کی دوسری آیتیں ان کے کانوں میں پڑیں تو اس سے ان کے یقین و اعتماد میں مزید قوت و استحکام پیدا ہو گیا۔

اس موقع پر میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلامی لشکر کے ساتھ موجیں مارتے ہوئے دجلہ کے سامنے پہنچے تو ایک لمحہ کے لیے رُکے، موج بداماں اور طوفان در آغوش دریا کا جائزہ لیا، گرد و پیش پر نظر ڈالی، پھر حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے مشورہ کیا کہ "بپھرے ہوئے دریا میں گھس پڑیں یا لوٹیں اور اسے عبور کرنے کے لیے پُل کا انتظام کریں"؛ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُس وقت جو لافانی جملہ کہا تاریخ نے اسے محفوظ کر لیا ہے، انہوں نے کہا:۔

"یہ دین تازہ اور نیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا اور ابھی اس حد تک نہیں پہنچا ہے جہاں تک پہنچنا اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے، پھر میں کیسے یہ سمجھ لوں کہ اس پیغام کے حامل غرق ہو جائیں گے"

حضرت سلمان فارسیؓ کا یہ جملہ اپنے اندر بڑے گہرے معانی وحقائق رکھتا ہے کہ جب یہ دین بالکل نیا اور تازہ ہے تو یہ ضروری ہے کہ دنیائی تعمیر، کائنات کی قیادت اور انسانیت کی ہدایت وراہنمائی میں اپنا کردار ادا کرے — چنانچہ امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فوج کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیں اور دریا پار کر جائیں۔ مؤرخ طبریؒ کی روایت ہے کہ ایرانیوں نے ان کو دیکھا تو چیخ پڑے "دیواں آمدند، دیواں آمدند" کہ یہ انسان نہیں جن اور بھوت ہیں — یہ اعتماد اور یقین تھا جو ان کے دلوں میں رچ بس گیا تھا اور ان میں نئی روح ڈال دی تھی۔

افغانی نوجوانو اور دوستو! آؤ اپنی تاریخ پر نظر ڈالو! سلطان محمود غزنویؒ کس طرح وسیع وعریض ممالک کو فتح کرتا چلا گیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور اندرون ملک گھستا چلا گیا یہاں تک کہ مشرق اور جنوب کی آخری سرحدوں تک پہنچ گیا حالانکہ اس کے پاس نہ رسد کا انتظام تھا نہ کمک کا امکان، اس کا مرکز بہت دور تھا، درمیان میں سربفلک پہاڑ، دشوار گذار راستے اور تنگ گھاٹیاں حائل تھیں۔ — وجہ یہ ہے کہ ان جنگوں اور حملوں کی اس کے نزدیک اتنی ہی اہمیت تھی جتنی اہمیت ایک ماہر اور مضبوط کھلاڑی میچ یا کھیل کے میدان کو دیتا ہے۔ — وہ اللہ پر کامل بھروسہ رکھتا تھا پھر یہ سمجھتا تھا کہ جہاد عبادت ہے اور اس راہ میں موت شہادت ہے اور شہداء مرتے نہیں بلکہ انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کے رب کی جانب سے ان کو روزی ملتی ہے۔ وہ اس پر سچا اور پختہ ایمان رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے پیغام کا حامل اور امین ہے اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کرے گا۔

حضرات! جن عناصر کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ افراد ہی کی تعمیر میں نہیں بلکہ قوموں کی تشکیل میں بھی زبردست رول ادا کرتے ہیں۔ شخصیت کی تعمیر کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے اور نفسیات اور تعلیم وتربیت کے ماہرین نے اسے اپنا موضوع بحث بنایا ہے لیکن میں اس وقت قوموں کے کردار سے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ انہی عناصر نے افغانی قوم کو بلند و بالا حیثیت دی جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، جسے شکست نہیں دی جا سکتی۔ اور جب قومیں شخصیت کی تعمیر کرنے والے ان عناصر سے محروم اور ان قوتوں سے خالی ہو جاتی ہیں تو انجام شکست و ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ تاریخ کے اس نازک موڑ پر افغانی قوم اپنی ان طاقتور اور قائدانہ خصوصیات سے محروم نہ ہو جائے اور خدانخواستہ وہ دور پھر واپس نہ آجائے جب وہ اسلام سے ناآشنا اور اسلامی دعوت سے بے بہرہ تھی۔

میں نوجوانوں سے خاص طور سے کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی قوم کے دلوں میں ان عناصر کی جوت جگا دو اور ان کو پروان چڑھاؤ، ان کی حفاظت کرو، ضائع نہ ہونے دو، کیونکہ قدیم ترین زمانہ سے قوم وہی ہے، پہاڑیاں اور گھاٹیاں وہی ہیں، آسمان وہی، دریائے کابل ہزاروں سال سے اپنی گذرگاہ پر بہہ رہا ہے، یہاں کی سرزمین جسے اللہ نے بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے وہ بھی وہی ہے، خوش ذائقہ پھل، لذیذ میوہ جات، شیریں پانی یہ ساری نعمتیں اور نوازشیں ہزاروں سال سے بدستور ہیں لیکن اصل مسئلہ قوم کی تعمیر کے عناصر کا ہے، پیغام، مقصد زندگی، خود اعتمادی اور کارگذاری کے نشانہ کا ہے تاکہ زندگی کا مقصد متعین ہو، صلاحیتوں کے ظہور کے لیے میدان میسر آسکے، حسن وخوبی کا کوئی قابلِ تقلید نمونہ مل جائے — علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو پالیا تھا اور خدا کے حضور میں مسلمانوں کی بے حسی، جمود، مصیبت اور بدحالی کی شکایت کی تھی، تو جواب ملا کہ یہ لوگ بغیر کسی مقصد اور پیغام کے زندگی گذار رہے ہیں، ان کے سامنے کوئی "اسوہ"، کوئی نمونہ کامل

اور کوئی محبوب نہیں جس کے عشق سے اپنے دلوں کو آباد کریں، جس کے حسن وخوبی کے گیت گائیں جس کے نقشِ قدم کو اپنا نشانِ راہ بنائیں۔

؎ شبے پیش خدا بگریستم زار — مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم — دلے دارند و محبوبے ندارند

افغانی نوجوانو! خدا نے تمہارے اوپر بڑا فضل فرمایا، تمہارے لیے کسی چیز کی کمی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۔ (الرعد: آیت ۱۱) — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا تا آنکہ وہ خود اپنے آپ کو بدل ڈالیں۔

اللہ اس سے بہت بلند ہے کہ کسی قوم کو عطا کردہ نعمتیں اس سے چھین لے سوائے اس کے کہ قوم ناشکری کی مرتکب ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۔ (ابراھیم: آیت ۲۸) — تو نے نہ دیکھا جنہوں نے بدلا کیا اللہ کے احسان کا، ناشکری اور اُتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اصل مسئلہ خود شناسی کا ہے، اپنی قدر و قیمت پہچاننے کا ہے، آپ اپنی قدر و قیمت پہچان لیجئے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

39

حکومتِ پاکستان وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور (اسلام آباد، ۲ر فروری ۱۹۸۹ء)

عنوان: اسلامی موضوعات پر خواتین کی تصانیف کا انعامی مقابلہ

وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور گذشتہ ایک سال (یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۵ر نومبر ۱۹۸۷ء تا ۲۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء) کے دوران خواتین کی قرآنِ حکیم کی تعلیمات، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی موضوعات پر لکھی گئیں اور شائع شدہ بہترین کتب کے لیے مندرجہ ذیل صدارتی انعامات کا اعلان کرتی ہے :-

(۱) پہلا انعام: مبلغ -/۲۰،۰۰۰ روپے (۲) دوسرا انعام مبلغ -/۱۰،۰۰۰ روپے

شرائطِ اہلیت

(۱) کتاب خواتین کی لکھی ہوئی ہونی چاہیئے (۲) کتاب صرف قومی زبان اردو میں ہو (۳) کتاب اصل ہو اور اس سے پہلے کسی دوسری زبان میں شائع شدہ کتاب کا ترجمہ تفسیر یا تشریح نہ ہو (۴) مقابلہ میں شامل ہونے والی کتاب قابلِ اعتراض اور اختلافی مواد سے بالکل پاک ہو (۵) کتاب غیر معمولی علمی تحقیق، ادبی ذوق، فصیح وسلیس و شستہ اسلوب اور دلچسپ طرزِ تحریر کی حامل ہو۔ البتہ بچوں کے لیے لکھی گئی کتاب اُن کی ذہنی اور علمی استعداد سے مطابقت رکھتی ہو (۶) (الف) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ / سیرتِ طیبہ کے کسی پہلو پر اور انسان کی سماجی، سیاسی، معاشی، تعلیمی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی زندگی میں لائی ہوئی تبدیلیوں پر محیط ہو **یا** (ب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کے بارے میں حسنِ سلوک اور معاشرے میں عورت کو صحیح مقام دلانے کی عکاسی کرتی ہو۔

(۷) مقابلے میں شامل ہونے والی وہ کتاب یکسر مسترد کی جائے گی جس میں درج قرآن کریم کے عربی متن یا حدیثِ نبویؐ کی کسی عبارت میں غلطی پائی جائے (۸) کتاب کم از کم سو صفحات پر مشتمل ہو (۹) کتاب پر واضح طور پر تاریخ اشاعت مع ماہ وسال درج ہو (۱۰) مسودات قابل قبول نہیں ہوں گے (۱۱) مقابلے کے لیے ارسال کردہ پیکٹ پر اس مقابلے کا نام واضح طور پر درج ہو جس میں شرکت کی جانی مطلوب ہے (۱۲) منصفین / ایپکس کمیٹی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ مقابلے میں شامل ہونے والی کسی کتاب کو بھی انعام (اوّل و دوم) کا حقدار قرار دے۔ اور ان کے اس فیصلے پر نہ تو کوئی اعتراض وارد ہوگا اور نہ ہی اسے چیلنج کیا جا سکے گا۔

مقابلہ میں شمولیت کی خواہشمند خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تصانیف کی بارہ عدد نقول مع اپنے کوائف حیات کے زیر دستخطی کے نام زیادہ سے زیادہ ۳۱ر مئی ۱۹۸۹ء تک ارسال کردیں ـــــ مقررہ مدت کے بعد موصول ہونے والی کتابیں مقابلہ میں شامل نہیں کی جا سکیں گی۔

حبیب الرحمٰن، ڈائریکٹر (آر اینڈ آر)
وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور (اسلام آباد)
فون نمبر ۸۲۸۴۷۲

P.I.D(I) 3017/97

جامع مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ مسجد شیخ الحدیثؒ) واقع شہر اکوڑہ خٹک جہاں سے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا تھا۔ جو تاریخی اعتبار سے دارالعلوم کے ہزاروں قدیم فضلاء، مبلغین، مدرسین کی اولین درسگاہ اور اسی طرح افغانستان کے معرکہ کارزار کے صف اول کے قائدین مولانا محمد یونس خالص، مولانا فتح اللہ حقانی شہید اور مولانا جلال الدین حقانی کی تعلیم گاہ اور تربیت کی چھاؤنی تھی۔ جس میں خود قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ زندگی بھر امامت و خطابت اور درس قرآن پڑھاتے رہے۔

دعوات حق دونوں جلدوں کے زیادہ تر خطبات جمعہ یہیں ارشاد فرمائے گئے۔ یہ مسجد صرف مسجد ہی نہیں بلکہ مرکز علم ہونے کی وجہ سے پوری ملت کے لئے تاریخی اثاثہ ہے۔ قدامت اور دیواروں کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی زندگی ہی میں اس کی تعمیر نو کی تجویز اور تحریک اور اس سلسلہ میں عملی کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اپنی حیات مبارکہ میں اس کو گرا کر نیا کام شروع کرا دیا تھا۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

حضرتؒ کی وفات کے بعد ان کے دیگر کاموں کی طرح مسجد شیخ الحدیث کی تعمیر کا کام بھی بدستور جاری رکھا گیا ہے۔ مگر گرانی اور مہنگائی کے اس دور میں سب سے مشکل کام تعمیر ہی کا ہے۔ لہذا حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلقین و معتقدین، دارالعلوم حقانیہ کے مخلصین و محبین اور فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور عامۃ المسلمین سے اپیل ہے کہ اس مسجد کی تعمیر نو میں بھر پور حصہ لیں۔ اور ہر ممکن تعاون فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

ترسیل زر کا پتہ

مولانا حافظ انوار الحق۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

مولانا مفتی سیف اللہ حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

کیا عورت اسلام میں سربراہِ مملکت بن سکتی ہے

عورت کو دلائل شرعیہ کی رو سے بادشاہ و سربراہ بنانا جائز نہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

شریعت اسلامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم آسانی سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ شرعاً کسی چیز کا جواز یا عدم جواز اسلام کے چار مشہور اصول اور دلائل ہی سے ثابت کیا جا سکتا ہے ان دلائل کے بغیر کسی چیز پر جواز یا عدم جواز کا حکم لگانا اور اسے شرعی حکم سمجھنا سراسر جہالت ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ عورت کی سربراہی کو ان اصولوں کے آئینہ میں دیکھا جائے تاکہ عورت کی سربراہی کی اصلی خدوخال اور اس کی شرعی حیثیت سامنے آجائے۔ لہذا راقم الحروف قارئین کی خدمت میں اس سلسلہ میں ایک مضمون پیش کرتا ہے تاکہ صحیح صورت حال معلوم ہو۔

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت ساتویں صدی کے مشہور و مقبول اور معتمد مفسر علامہ ابن کثیرؒ اپنی مایۂ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں :-

یقول تعالیٰ (الرجال قوامون علی النساء) ای الرجل قیم علی المرأة ای ھو رئیسھا وکبیرھا والحاکم علیھا ومؤدبھا اذا اعوجت (بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض) ای لان الرجال افضل من النساء والرجل خیر من المرأة ولھذا کانت النبوة مختصة بالرجال وکذالک الملک الاعظم لقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأة (رواہ البخاری من حدیث عبدالرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیہ ج ۱ ص ۴۹۱)

جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا حاکم و رئیس اور سردار ہے اسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے اس لئے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں میں رہی اور اسی طرح شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد بن سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ لوگ کبھی نجات نہیں پا سکتے جو اپنا والی کسی عورت کو بنائیں (بخاری)

۲۔ (الف) حدثنا عثمان بن الھیثم قال حدثنا عوف عن الحسن عن ابی بکرۃؓ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرءۃً

(بخاری ص ۶۳۷-۱۰۵۳ ج ۲)

ہم سے عثمان بن ہیثم نے بیان کیا کہا ہم سے عوف نے انہوں نے امام حسن بصریؒ سے انہوں نے ابی بکرۃؓ سے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جنگ جمل کے دن مجھ کو اک بات سے فائدہ دیا جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی ورنہ میں قریب تھا کہ جمل والوں کے ساتھ یعنی حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شریک ہو کر (مسلمانوں سے) لڑتا۔ ابوبکرہ نے کہا وہ بات یہ تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی (بوران بنت شیرویہ) کو تخت پر بٹھایا تو فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے (ملک کے) امور کا حاکم و والی کسی عورت کو بنایا ہو۔

بخاری شریف کے حاشیہ میں حدیث ابوبکرہ پر قسطلانی کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کی سربراہی جائز نہیں۔

اور اسی طرح محدث شہیر فقیہ نبیل ملا علی قاریؒ اپنی مشہور زمانہ تالیف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے شرح میں لکھتے ہیں:۔

فی شرح السنۃ لا تصلح المرءۃ ان تکون اماما ولا قاضیا لانھما محتاجان الی الخروج للقیام بامور المسلمین والمرءۃ عورۃ لاتصلح لذالک۔ ولان المرءۃ ناقصۃ والقضاء من کمال الولایات فلا یصلح لھا الا الکامل من الرجال (ص ۲۱۵ ج ۷)

شرح السنہ میں ہے کہ عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ دو وجہوں سے جائز نہیں۔

۱۔ سربراہی قیام بامور المسلمین کے لئے آزاد چلنے پھرنے کا تقاضا کرتی ہے اور عورت کو قرن فی البیت اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے۔ ۲۔ عورت عقل کے لحاظ سے ناقص ہے اور ریاست عامہ کمال ولایت ہونے کی وجہ سے کمال عقل کو چاہتی ہے علامہ ابن کثیرؒ اور ملا علی قاریؒ جیسے محدثین، مفسرین نے اس حدیث کو عام لے کر اس سے عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال فرما گئے۔ لہٰذا اس حدیث کو بنت کسریٰ کے ساتھ مخصوص جاننا سوائے خالی دعوے کے اور کچھ نہیں

خود راوی حدیث صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرہ رضؓ کے اسلوب کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اس حدیث کو عام لے رہے ہیں (کما لا یخفی علی المتامل)

(ب) ما رأیت من ناقصات عقل و دین اغلب لذی لب منکن قالت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما نقصان العقل والدین قال اما نقصان عقلها فشهادة امرتین تعدل شهادة رجل فهذا نقصان العقل وتمکث اللیالی لا تصلی وتفطر فی رمضان فهذا نقصان الدین (رواہ مسلم فی صحیحہ)

میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مردوں کی عقل مارنے والی تم سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر پوچھا کہ حضورؐ! ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسی ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ایام حیض میں نہ نماز ہے نہ روزہ۔ (ابن کثیر صہ ۳۳۵ ج ۱)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عورت ناقص العقل ہے اور ریاست عامہ نام ہے کمال ولایت کا لہذا اس کے لئے کمال عقل کی ضرورت ہے اور یہ حدیث کی رو سے عورت میں مفقود ہے۔ اس لئے عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ جائز نہیں۔

۴۔ شرح عقائد کے مشہور شرح نبراس میں ہے۔

قد اجمع الامة علی عدم نصبها حتی فی الامامة الصغری

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ عورت کی ریاست عامہ (امامت کبریٰ) اور ریاست خاصہ (امامت صغریٰ) دونوں جائز نہیں۔

ذیل میں مشہور محدثین و فقہا اور متکلمین کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ مسئلہ کی مزید توضیح ہو جائے۔

۱۔ صاحب درمختار لکھتے ہیں:

و یشترط کونه حراً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً صہ ۴۰۵ ج ۱

یعنی ریاست عامہ کے لئے مرد ہونا شرط ہے لہذا عورت کی سربراہی جائز نہیں۔

۲۔ علامہ ابن عابدین عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی تعلیل میں لکھتے ہیں۔

لان النساء امرن بالقرار فی البیوت فکان مبنی حالهن علی الستر والیه اشار النبی

کیونکہ عورتوں کو قرار فی البیوت کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا ان پر حجاب اور ستر میں رہنا لازم ہے

صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف یفلح قوم تملکھم امرءة (ص۳۰۵ - ج۱)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وہ قوم کبھی فلاح نہ پا سکے گی جس پر عورت حکومت کر رہی ہو۔

۳۔ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:۔ یشترط فی الامام ان یکون مکلفا حرا ذکرا الی قولہ والنساء ناقصات عقل ودین ممنوعات عن الخروج الی مشاھد الحکم ومعارک الحرب (ص۲۷۷ - ج۲)

عورت کی سربراہی دو وجہ سے جائز نہیں
۱۔ عورت عقل اور دین کے لحاظ سے ناقص ہے
۲۔ اس کو پردہ میں رہنے کا حکم ہے۔

۴۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اپنی مشہور زمانہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت انی وجدت امرءة تملکھم (الآیۃ) کے تحت رقم طراز ہیں:۔

ولیس فی الآیۃ مایدل علیٰ جواز ان تکون المرءة ملکۃ ولاحجۃ فی عمل قوم کفرۃ علی مثل ھذا المطلب وفی صحیح البخاری من حدیث ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغہ ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرءة

یعنی عورت کی سربراہی جائز نہیں کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنا دیا۔

ص۱۸۹ ج ۱۰ - الجز ۱۹

۵۔ حضرت العلامہ مولانا آزادؒ الرجال قوامون الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔
اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں مزیت دی ہے اور ایسی مزیت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورت کی ضروریات معیشت کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اس لئے سربراہی و کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انہی کے لئے ہو گیا ہے۔ (ترجمان القرآن ص ۱۱۳۱ - ج۱)

۶۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی معروف و مقبول تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں،
"کیا کسی عورت کا بادشاہ ہونا یا کسی قوم کا امیر و امام ہونا جائز ہے؟"
صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنا دیا اس لئے علماء امت اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت وخلافت یا سلطنت وحکومت سپرد نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں کو سزاوار ہے۔

رہا بلقیس کا ملکہ سبا ہونا۔ تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے خود نکاح کیا۔ اور پھر اس کو حکومت وسلطنت پر قائم رکھا اور یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں جس پر احکام شرعیہ میں اعتماد کیا جا سکے (ص ۳۰۱ ج ۶)۔ ۷۔ مشہور محدث حضرت مولانا عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث لن یفلح قوم الخ کے شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ ازیں معلوم میشود کہ زن قابل ولایت وامارت نیست (ص ۳۰۹ ج ۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی ریاست عامہ اور سربراہی جائز نہیں۔ ۸۔ علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں اس عنوان "عورت کو اپنا حاکم بنانے والی قوم کبھی فلاح نہ پا سکتی" کے تحت حدیث لن یفلح قوم (الحدیث) کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولایت وحکمرانی کا اہل مرد ہی ہو سکتا ہے۔ عورت حکمرانی وسربراہی کے منصب کی اہل نہیں۔ ص ۷۷۲۔ ج ۳

۹۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی مشہور زمانہ تفسیر مظہری میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی بما فضل اللہ بعضھم علی بعض۔ کے تحت لکھتے ہیں:۔

یعنی الرجال علی النساء فی اصل الخلقۃ بکمال العقل وحسن التدبیر وبسطۃ فی العلم والجسم ومزید القوۃ فی الاعمال وعلو الاستعداد ولذالک خصوا بالنبوۃ والامامۃ والولایۃ والقضاء والشھادۃ فی الحدود والقصاص وغیرھا ووجوب الجھاد والجمعۃ والعیدین والاذان والخطبۃ والجماعۃ وزیادۃ السھم فی الارث ومالکیۃ النکاح وتعدد المنکوحات والاستبداد بالطلاق وکمال الصوم والصلوٰۃ من غیر فتور وغیر ذالک وھذا امر وھبی (ص ۹۲ ج ۲)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو یعنی مردوں کو بعض پر یعنی عورتوں پر (تخلیقی) برتری عطا فرمائی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو کمال عقل حسن تدبیر، وسعت علم، عظمت جسم، زیادتی قوت اور صلاحیت واستعداد کی بیشی تخلیقی طور پر عطا کی ہے اتنی کہ عورت کو یہ چیزیں نہیں دی گئیں اسی لئے مندرجہ ذیل خصوصیات واحکام مرد کے لئے ہیں عورتیں ان احکام وخصوصیات سے محروم ہیں۔ نبوت، امامت وحکومت، قضاء، تعزیری جرائم کی شہادت، وجوب جہاد وجوب جمعہ، وجوب عیدین، اذان وخطبہ، نماز باجماعت۔ میراث میں حصہ کی زیادتی۔ نکاح کی مالکیت، تعدد ازدواج، اختیار طلاق، پورے

رمضان کے روزوں کی اور ہر زمانہ میں پوری
نمازوں کی فرضیت وغیرہ۔ اور عطا الٰہی ہے۔

۱۰۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی مشہور اور بے حد مقبول تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے، اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں۔ (ص ۴۴۷ ۔ ج ۲)

۱۱۔ تفسیر نسفی میں الامام الجلیل العلامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رقمطراز ہیں:۔

يعني انما كانوا مسيطرين عليهن لسبب تفضيل الله بعضهم وهم الرجال على بعض وهم النساء بالعقل والحزم الى قوله والنبوة والخلافة والامامة الخ

اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے عقل، عزم، حزم، رائے و قوت جہاد و کمال، صلوٰۃ و صوم، نبوت و خلافت و امامت وغیرہ۔ (ج ۱ ص ۲۲۳)

۱۲۔ حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور حدیث لن یفلح قوم الخ کی شرح میں لکھتے ہیں:۔[1]

قوله ولوا امرهم امرأة۔ في شرح السنة لا تصلح المرأة ان تكون اماما ولا قاضيا لان الامام والقاضي محتاجان الى الخروج للقيام بامر المسلمين والمرأة عورة لا تصلح لذلك ولان المرأة ناقصة والقضاء من كمال الولايات فلا يصلح لها الا الكامل من الرجال۔

شرح السنہ میں ہے کہ عورت کی سربراہی اور ریاست عامہ دو وجہوں سے جائز نہیں (۱) سربراہی قیام بامور المسلمین کے لئے آزاد چلنے پھرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عورت کو قرار فی البیت اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے (۲) عورت عقل کے لحاظ سے ناقص ہے اور ریاست عامہ کمال ولایت ہونے کی وجہ سے کمال عقل کو چاہتی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اپنی مقبول ترین تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:۔

---

[1] التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۲۰۰

العاشرہ - روی البخاری من حدیث ابن عباس رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغہ ان اھل فارس قد ملکوا بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ قال القاضی ابوبکر بن العربی ھذا نص فی ان المرأۃ لاتکون خلیفۃ ولاخلاف فیہ (ص ۱۸۳ ج ۱۳)

امام بخاری نے ابن عباس رض سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ :۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو تخت پر بٹھایا - تو فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے ملک کے امور کا حاکم و والی کسی عورت کو بنایا ہو۔

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ عورت خلافت کی اہل نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

الشیخ الامام العلامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن العینی شارح بخاری رح - بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں حدیث لن یفلح قوم کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

قال الخطابی فی الحدیث ان المرأۃ لاتلی الامارۃ ولاالقضاء (ص ۵۹ ج ۱۸)

علامہ خطابی نے ارشاد فرمایا کہ عورت حکومت اور قضاء کی اہل نہیں ہے۔

ازالہ شبہات بعض حضرات کو حدیث لن یفلح کے متعلق خصوص کا شبہ ہوا ہے اس وجہ سے کہ بعض اقوام میں عورتیں سربراہ رہ چکی ہیں اور وہاں بجائے عدم فلاح کے فلاح دیکھا گیا ہے - اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جن اقوام میں عورتیں سربراہ رہ چکی ہیں تو وہ ضرور کسی نہ کسی درجہ میں عدم فلاح کا شکار ہو چکے ہیں اور تاریخ اس کا شاہد ہے۔

اور بعض تو بڑے عبرتناک زوال اور عدم فلاح سے دوچار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ برطانیہ کی مثال لیجئے ایک زمانہ میں برطانیہ کے قلمرو میں سورج تک نہ ڈوبتا تھا اور آج وہ عظیم برطانیہ دنیا کے ایک چھوٹے سے گوشے میں محصور ہو کر عظیم سے صغیر و حقیر برطانیہ بن گیا ہے - اور ان میں سے بعض اقوام میں بظاہر جو فلاح نظر آتا ہے اس سے حدیث نبوی ﷺ پر کوئی اثر نہیں پڑتا - کیونکہ فلاح کلی مشکک ہے - اور اس کے مراتب مختلف ہیں تو بظاہر کسی ایک مرتبہ فلاح کے وجود سے تمام مراتب فلاح کا وجود لازم نہیں آتا - حتیٰ کہ عدم فلاح متحقق نہ ہونے

لہ اور یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ بعض اقوام کا زوال بغیر عورت کے سربراہی کے بھی آیا ہے اس لئے کہ زوال کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ موت کے اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں - کوئی بخار سے مرتا ہے اور کوئی ہیضہ سے ! اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ جائزہ سے کہ ان بیگمات کی حیثیت (باقی اگلے صفحہ پر)

کی وجہ سے حدیث نبویؐ کے متاثر ہونے کا خدشہ لازم آجائے۔ اس کے علاوہ حدیث کے استقبالی صیغہ لن یُفلح کے پیش نظر عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ اقوام کسی خاص زوال اور ناکامی میں مبتلا بھی ہوجائیں اور بہ تقدیر عدم ابتلا کے جواب وہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے۔ اس حدیث کو تمام اکابر امت سلفا وخلفا نے عموم کا درجہ دیتے ہوئے انشار کے معنی میں لیا ہے۔ اور دوسرے نصوص کے علاوہ اس حدیث سے بھی عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔

۴۔ بعض کو یہ شبہ ہوگیا ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے عورت کی ریاست عامہ اور سربراہی کے جواز کا فتوٰی دیا ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ حضرات یا تو مولانا تھانویؒ کے مقصد کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے امداد الفتاوٰی میں جو فتوٰی دیا ہے اس کی عبارت سے یہ صاف واضح ہے کہ وہ دو صورتوں میں جواز کے قائل ہیں۔

۱۔ عورت صرف صوری سربراہ ہو۔ حقیقی نہ ہو۔ بلکہ حقیقۃً صرف مشیرہ ہو۔ اور حاکم اور سربراہ حقیقۃً پارلیمنٹ ہو۔ اور وجہ جواز یہ ہے کہ عورت اہل مشورہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو یہ صورت نہیں بلکہ یہاں سربراہ حقیقۃً وزیراعظم ہوتا ہے۔ اور پارلیمنٹ کی حیثیت صرف مشیر کی ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے عورت حقیقۃً حکمران ہو۔ مگر التزاماً اپنی انفرادی رائے سے کام نہ کرتی ہو۔ اور اس صورت میں جواز میں راز یہ ہے کہ علت عدم جواز کا نقصان عقل ہے۔ اور جب مشورہ رجال سے اس کا انجبار ہوگیا تو علت مرتفع ہوگئی۔ تو معلول یعنی عدم جواز وعدم فلاح بھی منفی ہوگیا۔ مگر ہمارے ہاں یہ صورت بھی نہیں۔ بلکہ یہاں وزیراعظم مستبد بالرائے ہوتا ہے۔ اور پارلیمنٹ کو اپنی ہی رائے کا تابع بناتا ہے۔

اور جب کہ عورت حقیقۃً حکمران اور سربراہ مملکت ہو اور اپنی انفرادی رائے سے کام کرتی ہو تو اس صورت کو مولانا تھانویؒ بھی ناجائز اور داخل حدیث سمجھتے ہیں۔ لہذا مولانا تھانویؒ کے فتوٰی سے عورت کی مطلق سربراہی کا جواز نکالنا یقیناً مولانا تھانوی کے مقصد کو نہ جاننے یا تجاہل عارفانہ کا نتیجہ ہے۔

بقیہ حاشیہ صکا واقعۃً صرف مشیر کی ہوتی۔ گو بظاہر وصورۃً وہ حکمران تھیں۔ اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ یہ بارات اگرچہ حکمران تھیں مگر التزاماً اپنی انفرادی رائے سے کام نہ کرتیں۔ اور یہ دونوں صورتیں حدیث کے تحت داخل نہیں، اول اس لئے کہ عورت اہل مشورہ ہے اور دوم اس لئے کہ علت عدم فلاح کا نقصان عقل ہے۔ اور جب مشورہ رجال سے اس کا انجبار ہوگیا تو علت مرتفع ہوگئی تو معلول یعنی عدم فلاح بھی منفی ہوگیا تو ان وجوہ کی بنا پر یہ بعض اقوام عدم فلاح کے شکار نہ ہوگئے۔

(تنبیہ) گذشتہ صفحات میں جو صورتیں جائز قرار دی گئی ہیں ان کا جواز بے حجابی سے اجتناب کے ساتھ مشروط ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین کی تعلیل صراحت کے ساتھ اس پر دال ہے۔

۳۔ بعض لوگ قرآن پاک میں مذکور ملکہ بلقیس کے قصہ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ ان سے انتزاع سلطنت کیا گیا ہو۔ پس بظاہر حکایت سلطنت اور عدم حکایت انتزاع سے اس سلطنت کا بحالہا باقی رہنا معلوم ہوتا ہے اور تاریخ صراحۃً اس کی موید ہے اور قاعدہ اصولیہ ہے۔ اذا قص اللہ ورسولہ علینا امرا من غیر نکیر علیہ فہو حجۃ لنا لہذا قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ عورت کی سربراہی جائز ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ملکہ بلقیس کی حکومت کی صورت ان دو صورتوں میں سے ایک تھی جن کو مولانا تھانوی نے جائز قرار دیا ہے اور اس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی ہے ما کنت قاطعۃ امرا حتی تشھدون۔

(بلقیس نے کہا) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔

اور اس قرینہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر یہ فرض کیا جائے کہ مسلمان ہونے کے بعد ملکہ بلقیس کی حکومت کی صورت وہ تیسری صورت تھی جس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ تو پھر گذشتہ قاعدہ اصولیہ کی رو سے جواب یہ ہے کہ چونکہ اس صورت پر ہماری شریعت میں انکار آیا ہے لہذا یہ حجت نہیں بن سکتی۔

۴۔ بعض صحافی حضرات نے حدیث لن یفلح قوم الخ کے متعلق ضعف کا دعویٰ کیا ہے جو سراسر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔

امام ترمذی نے اپنی مشہور کتاب سنن ترمذی میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن المثنی ثنا خالد بن الحارث ثنا حمید الطویل عن الحسن عن ابی بکرۃؓ قال عصمنی اللہ بشیٔ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ھلک کسریٰ قال من استخلفوا قالوا ابنتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃً فلما قدمت عائشۃؓ یعنی البصرۃ ذکرت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعصمنی اللہ بہ (قال الترمذی)

حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (جنگ جمل کے دن) مجھ کو اس بات کی وجہ سے بچایا جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ وہ بات یہ تھی کہ جب کسریٰ ہلاک ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایران والوں نے کس کو خلیفہ، حکمران بنایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کسریٰ کی بیٹی کو خلیفہ وحکمران بنایا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے ملک کے امور کا حاکم ووالی کسی عورت

هذا حدیث صحیح

(ترمذی ابواب الفتن ص ۵۲)

کو بنایا ہو۔ تو جب حضرت عائشہ رضؓ بصرہ تشریف لے آئیں تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لن یفلح قوم الخ یاد آیا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ اور میں جمل والوں کے ساتھ شریک نہ ہوا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

بعض لوگ جنگ جمل کے واقعات سے ناکام اور ناتمام استدلال کر رہے ہیں۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ نے امامت وخلافت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی امامت وخلافت کا مطالبہ کیا۔ بلکہ وہ اور ان کے ساتھی حضرت عثمانؓ کے قصاص کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

دیکھئے یہ حضرات، حضرت قعقاع رضؓ کو کیا جواب دے رہے ہیں۔

"اگر حضرت علیؓ کے یہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے اور وہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر لڑائی اور مخالفت کی کوئی بات باقی نہیں رہتی۔ ہم اب تک یہی سمجھتے رہے کہ ان کو قاتلین عثمانؓ سے ہمدردی ہے"

(تاریخ اسلام ج ۱ ص ۳۹۶)

بخاری کا حاشیہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

قوله ایام الجمل متعلق بقوله نفعنی الله۔ وایام الجمل وقعة وقعت بالبصرة بین علیؓ وعائشة رضی الله عنهما سنه ست ثلثین وکانت یومئذ علی الجمل فسمیت به اصحاب الجمل یعنی عسکرہ قاله الکرمانی ولم تکن عائشةؓ ولا غیرها طالبین الامارة والخلافة بل طلبوا دم عثمانؓ من قتلته وکان علیؓ الی قوله کذا فی الفتح

(جلد ۲ صفحہ ۶۳۷)

جنگ جمل ۳۶ھ میں حضرت علیؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان لڑی گئی۔ اس دن ام المومنین جمل (اونٹ) پر سوار تھیں۔ اس لئے ان کے لشکر کا نام اصحاب الجمل پڑا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی امارت یا خلافت کے طالب نہ تھے۔ یہ حضرات صرف اور صرف حضرت عثمانؓ کے قصاص لینے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

لہٰذا اس واقعہ سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اس واقعہ میں امامت یا خلافت کی کوئی بات نہیں تھی۔ البتہ اس واقعہ کی سرپرستی کرنے کی وجہ سے صورتِ خلافت و امامت ضرور آئی تھی۔ جو ناجائز نہیں۔ مگر حقیقتِ خلافت و امامت بالکلیہ موجود نہ تھی کیونکہ اس موقعہ پر نہ خود ام المومنینؓ نے امامت کا دعویٰ فرمایا اور نہ ساتھیوں نے ان کو امام و خلیفہ بنایا۔ بلکہ مشترکہ طور پر یہ حضرات حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے سعی و کوشش کر رہے تھے۔ البتہ تحریک و سرپرستی حضرت ام المومنینؓ کی تھی۔ جیسے ایک گھر میں کام بچے کرتے ہیں اور تحریک و سرپرستی ماں کرتی ہے۔ اس لئے اس واقعہ سے عورت کی سربراہی اور امامت و خلافت کا جواز نکالنا درست نہیں۔ مگر چونکہ صورتِ امامت تو آئی تھی اس لئے حدیث لن یفلح قوم الخ کے راوی حضرت ابو بکرہؓ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث لن یفلح قوم الخ ہی کی رو سے غایت تقویٰ اور نہایت خشیت خداوندی کی وجہ سے ام المومنینؓ کے لشکر میں شمولیت نہ فرمائی۔ اور نہ خود ام المومنین حضرت عائشہؓ بھی اس حدیث کی صوری مخالفت اور اس فساد کی وجہ سے جو اس واقعہ جمل میں واقع ہوا اتنی غمگین ہوئیں اور اس قدر پریشان ہوئیں کہ فرمانے لگیں۔

"کاش میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مر جاتی"

۶۔ بعض لوگ یہ بے بنیاد اور بے سروپا الزام لگاتے ہیں کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم کے مقابلہ میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کے اکابر علماء فاطمہ جناح کی حمایت و تائید کر رہے تھے۔ اگر عورت کی سربراہی شرعاً ناجائز ہوتی تو حضرت مولانا شیخ الاسلام درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ۔ محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جیسے علماء فاطمہ جناح کی تائید و حمایت نہ فرماتے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے۔

سُبحانک ھٰذا بُھتانٌ عظیم ۝

معترضین پر لازم ہے کہ دجل و فریب سے کام نہ لیں اور ماضی قریب کی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ ایوبی دور کے سرکاری ریکارڈ ملاحظہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جمعیت علماء اسلام کے اکابر فاطمہ جناح کی مخالفت کر رہے یا موافقت۔ حقیقت یہ ہے کہ اس موقعہ پر جمعیت علماء اسلام کے اکابر نے فاطمہ جناح اور ایوب خان کی مخالفت کر کے حضرت مولانا عبیداللہ انور لاہوریؒ کو صدارتی امیدوار نامزد کیا تھا اور جمعیت کے اکابر فاطمہ جناح کی مخالفت اس لئے کر رہے تھے کہ عورت کی سربراہی شرعاً درست نہیں۔ (تنبیہ) شریعت نے عورت کو ریاست عامہ کی ذمہ داری سے مستثنیٰ کر کے اس پر عین شفقت اور مہربانی فرمائی ہے کیونکہ عورت کے نازک اور ضعیف کندھوں پر ریاست عامہ کا عظیم بوجھ ڈالنا حکمت کا تقاضا ہے نہ عقل کا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان صاحب مدنی
جامعہ امداد العلوم پشاور

حکیم الامت، مجدد ملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح

برصغیر پاک و ہند میں بہت بڑے، اور چیدہ یگانہ روزگار، علماء کرام گذرے ہیں۔ جو اپنے زمانہ کے علمی و عملی اعتبار سے، امام اور پیشوا اور داعی رہے۔ جن میں مجدد الف ثانی رح۔ شاہ ولی اللہ رح۔ شاہ اسمٰعیل شہید رح اور ان کے مرشد سید احمد شہید رح۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح۔ قاضی ثناء اللہ رح۔ شیخ مولانا عبدالحی رح اور اس طرح دوسرے بزرگان دین اور اساطین علم و فضل اور صوفیائے کرام شامل ہیں۔ اور پھر مرکز علم دینیہ میں بھی۔ دارالعلوم دیوبند میں جو نہ صرف برصغیر کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے مرجع رشد و ہدایت اور دعوت اسلامی اور جہاد کا مرکز، اور کتاب و سنت کی تعلیمات کا علمبردار۔ اور ہر قسم زیغ و الحاد اور بدعت و خرافات اور کفر و فساد کا تعاقب کرنے والا ادارہ رہا ہے۔ کافی اور بڑی تعداد میں مشاہیر اہل علم و قلم اور اصحاب خطابت و صحافت اور ارباب معرفت و بصیرت گذرے ہیں۔ جو ہر ایک اپنے میدان کے شہسوار، اور اپنے فنون میں متخصص اور ماہر رہ چکے ہیں چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح بانی دارالعلوم دیوبند حقائق و معارف اور فرق ضالہ کے رد میں ماہر تھے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح فقہ اور تصوف میں۔ شیخ الہند محمود حسن دیوبندی رح اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح جہاد اور سیاست میں۔ محدث الہند علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رح معقولات اور علم حدیث میں۔ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح۔ علوم کتاب و سنت اور علم کلام اور سیاست میں اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور مفتی اعظم اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رح۔ فقہ اور افتاء میں۔ اور حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح علم حدیث اور کلام میں۔ اور فیلسوف الاسلام حضرت مولانا شمس الحق افغانی رح اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رح فلسفہ اسلام اور قدیم و جدید علوم اور خطابت و ارشاد میں امتیازی خصوصیات کے مالک رہ چکے ہیں۔

ان تمام بزرگان دین اور ارباب علم و کمال میں جس سے میری حد درجہ کی عقیدت ہے اور بہت متاثر ہوا ہوں اور جس کو اپنے بساط ناقص کے مطابق اور اپنے خیال میں ان تمام سابقہ فنون و علوم کے سب سے زیادہ مہارت تامہ اور کامل دسترس رکھنے والا اور متخصص سمجھتا ہوں۔ وہ حضرت حکیم الامت، مجدد ملت حافظ الحاج قاری شاہ محمد اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی اور عالی مرتبت شخصیت ہے۔ حضرت تھانوی نے مذکورہ بالا جملہ فنون اور علمی میدانوں میں قابلِ قدر اور عظیم کارنامے انجام دئے ہیں۔ خصوصاً وہ میدان جس سے علماء کرام اور عوام دونوں کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس میں آپ نے مجددانہ اور مصلحانہ اور نہایت قابلِ قدر تصنیفات وخطبات اور اصلاح وتربیت کے عظیم فرائض اور اعمال کرکے دکھائے۔ اور امت کے لئے بطور ذخیرہ چھوڑ گئے۔ اس میدان میں تصوف، افتاء، اصلاح رسوم وعقائد۔ تربیت نفس واخلاق اور اسلامی سیاست شامل ہے۔

۱۔ تصوف وسلوک | میں امام مجدد الف ثانی کے کارنامے اور کتابیں بہت مبارک اور قابلِ قدر اور لائق صد تحسین اور تبریک ہیں۔ مگر ان کی تصنیفات عوام کے فہم سے بالاتر ہیں۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیفات، اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے معارف وعلوم سے علماء کرام ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔ مگر حضرت تھانویؒ نے مختلف اسالیب، اور طریقوں سے تصوف کی اصلاح اور تعلیم فرمائی۔ جس سے علماء کرام کے علاوہ عوام بھی استفادہ کرسکتے ہیں اور جس میں وضاحت اور فصاحت کے ساتھ شریعت وطریقت کی وحدت اور اتحاد اور صرف کتاب وسنت مطہرہ پر کامیابی ونجات کا دارومدار قرار دے دیا گیا ہے۔

اور اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ کی جملہ تصنیفات مثلاً شریعت وطریقت، راہ قلندر، التکشف عن حقیقۃ التصوف، التشرف باحادیث التصوف، تربیۃ السالک، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت، الافاضات الیومیہ وغیرہ مرجع عام وخاص ہیں۔ اور ہر شخص ان سے بقدر فہم واستطاعت فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور ہر زمانہ کے لئے کارآمد اور ضروری ہیں۔

۲۔ فقہ اور افتاء | میں حضرت کی تصنیفات مثلاً امداد الفتاویٰ ۸ جلد۔ بوادر النوادر، البدائع، بہشتی زیور اور مختلف رسائل عجیب وغریب ہیں۔ جن میں آپ کو جدید وقدیم اور پیش آنے والے واقعات کے مسائل اور احکام ملیں گے۔ صرف بہشتی زیور ہی امت کے جملہ عام اور ضروری عقائد ومسائل اور اخلاق ومعاملات کے لئے کافی ہے جو حضرتؒ نے لڑکیوں اور خواتین کے لئے تالیف فرمائی ہے۔ میں نے بعض مشائخ حدیث وفقہ کے پاس بہشتی زیور کے سات مختلف طباعتوں کے نسخے موجود پائے ہیں جن سے وہ استفادہ کرتے ہیں۔

شوافع حضرات کے ہاں یہ مشہور ہے کہ اگر دنیا سے بفرض محال کتاب اللہ اور سنت مطہرہ اور اسلام کی جملہ کتابیں ختم ہوجائیں اور امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم" باقی ہو تو وہ امت کے لئے کافی ہوگی تو یہ جملہ میں اپنی ناقص سمجھ کے مطابق بہشتی زیور کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۳۔ اصلاح رسوم وعقائد۔ میں حضرت تھانویؒ نے ایسی مبارک اور عام فہم تصنیفات لکھ دی ہیں جن سے

کوئی شخص بھی جو طالب حق ہو مستغنی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اصلاح الرسوم، الانتباہات المفیدہ وغیرہ۔ ان سب میں کتاب و سنت اور اجماع اہلسنت والجماعت کی روشنی میں دین اسلام کے جملہ ضروری عقائد کی وضاحت فرمائی ہے اور جملہ شرکیات و بدعات اور خرافات وہمیات اور ہندوانہ رسومات کا قلع قمع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیرا۔

۴۔ تربیت نفس واخلاق میں مہارت تامہ اور امتیازی اور خصوصی شان رکھنے کی بنا پر آپ کو "حکیم الامت" کا معزز خطاب دیا گیا ہے۔ یہ خطاب تکوینی طور پر زبان زد عوام اور خواص ہے۔ اور یہ سر الٰہی کا مظہر اور قبول عند اللہ کی بڑی علامت ہے۔

اس سلسلے میں حضرت کے مواعظ حسنہ اور مجالس عامہ اور خاصہ کے خطابات اور تربیت کی جملہ کتابیں بہت زیادہ مفید ہیں اور ہر دور اور ہر علاقے کے لئے نسخہ شفار روحانی اگر کسی شخص کا تعلق کسی مرشد اور مصلح سے نہ بھی ہو تو اس کے لئے حضرت کی یہ تصنیفات ایک اعلیٰ مرشد اور خاص مربی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۵۔ اسلامی سیاست کے میدان میں حضرت تھانویؒ وہ پہلے عظیم راہ نما اور قائد ہیں جن کی ہدایات پر پاکستان کا تصور قائم ہوا۔ اور یہ مملکت خداداد معرض وجود میں آئی۔ آپ ہی کے ارشادات کے مطابق دو قومی نظریہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ اور آپ ہی نے کانگریس کی دسیسہ کاریوں سے جس کی قیادت ہندو متعصب اور شاطرانہ فریب کاروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور ان کے دجل و فریب اور خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا۔ اور ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے لئے مسلم لیگ کی حمایت اور کانگریس اور اکھنڈ بھارت کی مخالفت میں اور کانگریس سے دور رہنے کے بارے میں فتوے شائع کرائے۔ اور محمد علی جناح کو اپنے خاص متعلقین اور شاگردوں کی وساطت سے ہدایات بھیجتے رہے اور ان کی مساعی جمیلہ سے اگر ایک طرف انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوئے تو دوسری طرف ہندو بنیا اور مشرک قوم کے دام فریب میں نہیں آئے اور ہمیشہ کے لئے غلام بن جانے سے اللہ تعالیٰ نے بچائے رکھا۔ وللہ الحمد علی ذالک

چنانچہ پاکستان کی پہلی پرچم کشائی کی تقریب، مغربی پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مشرقی پاکستان میں شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جو حضرت تھانویؒ کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے تھے کے دست مبارک سے انجام پذیر ہوئی۔

ان میدانوں کے علاوہ جن کا تعلق عوام اور ملک وملت اور علمار کرام اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگوں سے ہے، حضرت تھانویؒ نے تفسیر و حدیث اور تجوید و منطق وغیرہ علوم وفنون میں اپنی تالیفات و تصنیفات کا اتنا عظیم اور قابل قدر سرمایہ چھوڑا ہے جو پوری یونیورسٹی کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرت نے اپنی لاثانی تفسیر "بیان القرآن" میں قرآن کے جملہ مضامین اور سور و آیات کو مربوط فرمایا ہے۔

اور اس مقصد کے لئے آپ نے مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔

"سبق الغایات فی نسق السور والآیات" تفسیر میں جدید و قدیم اور ممکنہ اعتراضات و اشکالات کا جواب دیا ہے۔ اور آیات کی تفسیر و معانی میں راجح قول کو مدلل فرما کر پیش کیا ہے۔ البتہ بعض اصطلاحی کلمات و الفاظ کی بنا پر عوام اس سے استفادہ کم کر سکتے ہیں اور علماء کرام کے لئے بہت بڑا مرجع اور نمونۂ تفسیر ہے۔ عوام کے لئے بھی قابل فہم اور استفادہ بنانے کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں حضرت تھانویؒ کی تفسیر کا خلاصہ پیش فرمایا ہے۔ اور "معارف و مسائل" کے عنوان سے حضرت کی تفسیر کی وضاحت اور تشریح کی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ علی ذالک جزاء جمیلا۔

علم حدیث میں "اعلاء السنن" جو حضرت کی نگرانی میں حضرت مولانا شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانیؒ نے تالیف فرمائی حدیث کا ایک بڑا دائرۃ المعارف۔ انسائیکلوپیڈیا ہے جو سات عظیم جلدوں میں چودہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ اور خصوصاً مذہب حنفی کے لئے ایک بہت بڑا مرجع اور ذخیرہ ہے۔ جس کا مقدمہ "انہاء السکن" مستقل جلد میں ہے۔

اس طرح علوم تجوید اور منطق وغیرہ میں حضرت کی تصنیف، اسلامی علوم کے نصاب میں داخل ہیں۔ اور مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔

میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ حضرت تھانویؒ کی جملہ اردو تصانیف کو جدید عربی اسلوب میں ترجمہ کرنے اور عربی ٹائپ میں طباعت کے لئے مستقل "دار العروبۃ" اور کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ پورے عالم اسلام کو فائدہ پہنچے اور اگر انگریزی میں بھی ترجمہ ہو جائے تو پوری دنیا کے لئے مفید ہو گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

زبان ناطقہ در وصف حسن او لال است

چہ جائے کلک بریدہ زبان بیہودہ گو است

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ

ٹیلی ویژن اور وی سی آر کا شرعی حکم

استفتاء

کیا ٹیلی ویژن اور وی سی آر پر غیر محرم مرد وزن کو دیکھنا اور غیر محرم عورت کا نغمہ اور ترنم سننا اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ سے سرود سننا، جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔ ٹی وی اور وی سی آر پر غیر محرم مرد وزن کو شہوت کے طور سے دیکھنا اور غیر محرم عورت کا نغمہ اور ترنم سننا اور ٹیپ وغیرہ سے سرود سننا ناجائز اور حرام ہیں۔ کیونکہ جو شیطانی لذت اصل کو دیکھنے اور سننے سے حاصل ہوتی ہے تو اس جیسی لذت اس کے عکس اور صورت سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تصویر اور عکس میں فرق ہے وہ یہ کہ جو شکل دھات۔ تار، رنگ۔ پلاسٹک وغیرہ ذی جرم اشیاء سے بنائی جائے اس کو تصویر اور صورت کہا جاتا ہے۔ اور وہ قدرتی طور سے بقا اور ثبات رکھتی ہے۔ اور جو شکل آئینہ وغیرہ سے تقابل کے وقت دکھائی دے اس کو عکس کہا جاتا ہے۔ یہ عکس صرف انتقاش ہوتا ہے۔ ذی جرم اور ذی جسد نہیں ہوتا۔ اور طبعی طور سے بقا اور ثبات نہیں رکھتا۔ بلکہ تقابل کے زوال سے وہ بھی زائل ہوتا ہے البتہ اس کو مصنوعی طور سے باقی اور برقرار رکھا جاتا ہے اور تصویر جیسے دکھائی دیتا ہے بلکہ عرف عام میں اس کو بھی تصویر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ عرف عام میں اصل آواز کے عکس اور آواز بازگشت کو مصنوعی طور سے باقی رکھنے کے بعد اصل آواز کہا جاتا ہے۔ اور شرعی اصول کے بنا پر صورت اور عکس میں دیگر فرق بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ زندہ اشیاء کی تصویر کشی ناجائز ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من صوّر صورة فان الله معذبه حتىّٰ ينفخ فيها الروح و ليس بنافخ فيها ابدا۔ (بخاری)	یعنی جس نے زندہ چیز کی صورت بنائی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک عذاب دے گا کہ وہ اس صورت کو زندہ کرے اور وہ اس کو کبھی زندہ نہیں کر سکتا

اور آئینہ وغیرہ کو دیکھنے سے عکس بنانا ناجائز نہیں ہے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھتے تھے۔ فیض القدیر میں بحوالہ ابن سنی۔ طبرانی اوسط۔ بیہقی مسطور ہے۔

كان اذا نظر فى المرآة قال الحمد لله۔	یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو یہ خاص حمد کرتے۔

واضح رہے کہ عکس کی طرح بت اور تصویر کو دیکھنا بذات خود ناجائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

و تراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون۔ (اعراف)	اور تو دیکھے کہ تکتے ہیں تیری طرف اور حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب ولم يدخل۔	یعنی عائشہ صدیقہؓ نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصاویر تھیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ تشریف لے گئے۔

تو ان دلائل کی رو سے عکس، تصویر، بت کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اگر ان کو دیکھنے میں مفسدہ موجود ہو۔ مثلاً یہ دیکھنا شیطانی تفریح اور شیطانی لذت حاصل کرنے کے لئے ہو تو ممنوع ہو گا۔ بخاری شریف کی حدیث میں وارد ہے:۔

لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كانه ينظر اليها (بخاری)	یعنی کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ نہ لیٹے حتیٰ کہ اس کے بعد یہ عورت اپنے خاوند کو اس دوسری عورت کے اعضاء کی ترجمانی کرے گویا کہ یہ خاوند اس کو دیکھ رہا ہو۔

تو اس حدیث شریف کی بنا پر جب بیوی کی ترجمانی سے خاوند کے دماغ میں اس اجنبی عورت کی خیالی صورت سے لذت حاصل کرنا شنیع اور منکر ہوا تو آنکھوں سے دکھائی دینے والا عکس اور تصویر سے یہ لذت حاصل کرنا بہ طریق اولیٰ شنیع اور منکر ہو گا۔ کیونکہ اس میں اس مفسدہ کا خطرہ زیادہ تر ہے۔

اور جب اجنبی عورت کا نغمہ اور ترنم سننا حرام ہے کیونکہ اس سے غیر محرم عورت کا میلان پیدا ہوتا ہے تو اس کے نغمہ اور ترنم کا عکس سننا بھی حرام ہو گا۔ کیونکہ یہ مفسدہ اور جاذبیت اس میں بھی موجود ہے اور یہی حکم ہے ٹیپ وغیرہ سے سرود کے عکس کے سننے کا۔

تو اس تفصیل کے بنا پر واضح ہوا کہ اگرچہ ٹی۔ وی اور وی سی آر پر اصل شئے نظر نہیں آتی بلکہ ان پر عکس دیکھا جاتا ہے جو کہ جدید صناعت کی وجہ سے قائم اور ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ عکس اصل کے اعضاء اور محاسن کا بلا خیانت ترجمانی کرتا ہے اور اس عکس کے دیکھنے سے اصل کے دیکھنے کی طرح شیطانی لذت اور خواہش پوری کی جاتی ہے تو لازمی طور پر ان آلات پر صنف مخالف کے عکس کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہو گا اور اسی طرح غیر محرم عورت کے ترنم اور نغمہ کے عکس کا سننا اور سرود کے عکس کا سننا حرام ہوں گے۔

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان ——— حسن ابدال
فیکٹری آفس : ۱۰۰۔ ہارلے اسٹریٹ صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس : ۳۔ ایبٹ ،،
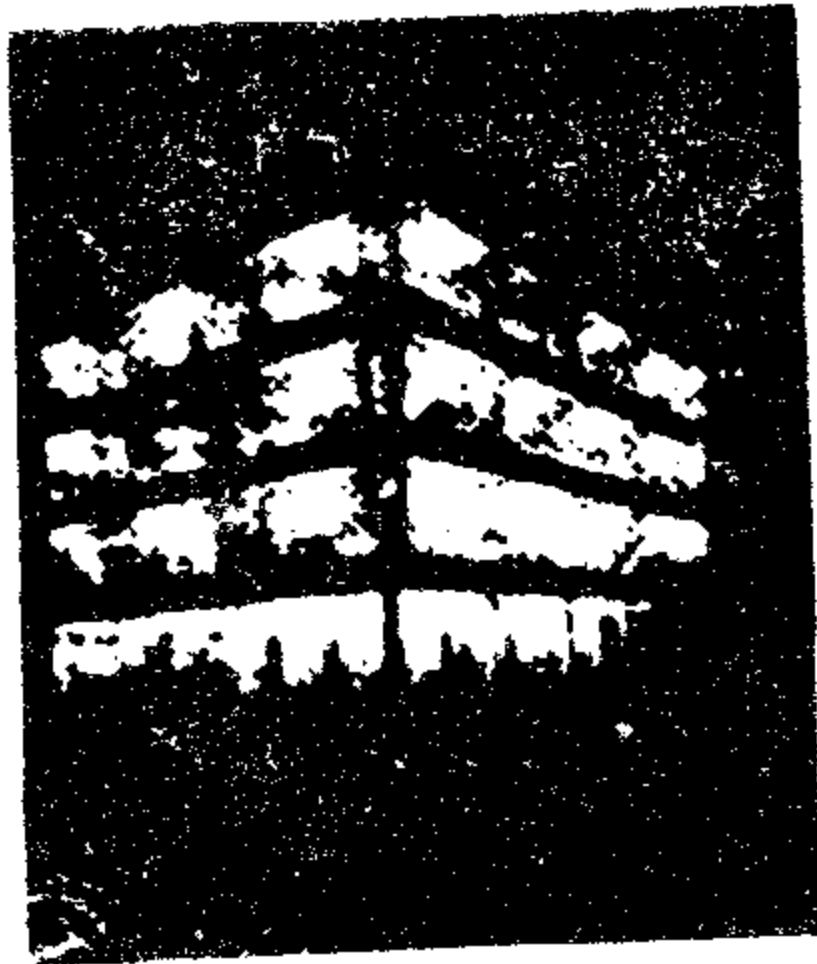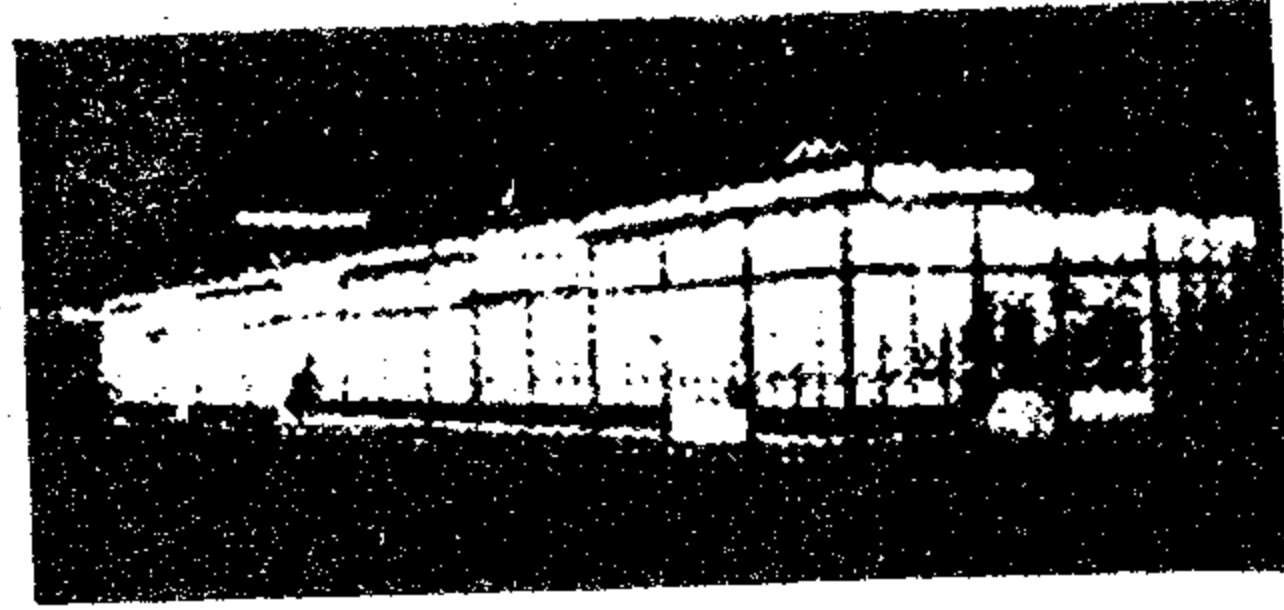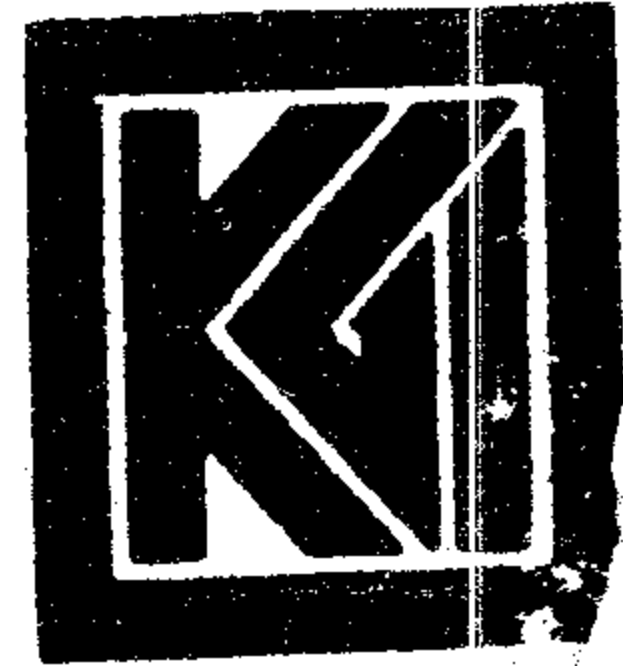
مولانا شفیق الرحمٰن ندوی

عالمِ اسلام کی
علمی و ثقافتی سرگرمیاں

ایک اخباری اطلاع کے مطابق امریکہ میں ۶۰، ۷۰ لاکھ کے درمیان مسلمان قیام پذیر ہیں ان میں کچھ قدیم باشندے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ زیادہ تر لوگ وہ ہیں جو تعلیم، تلاشِ روزگار اور دیگر مقاصد کے تحت وہاں گئے ہیں اور وہاں رہائش پذیر ہیں، دعوت و ارشاد کے لئے جانے والوں کی تعداد محدود ہوگی۔ لیکن یہ بات بھی نہیں کہ امریکہ کا میدانِ دعوت و ارشاد کے کام سے یکسر خالی ہو۔ برصغیر پاک و ہند اور عرب ممالک سے دینی شخصیتوں کا دورہ ہوتا رہتا ہے۔ وعظ و نصیحت کی مجلسیں آراستہ ہوتی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے لوگ بھی جاتے ہیں اور اپنے نہج سے کام کرتے ہیں۔ دوسری دینی تنظیمیں بھی اپنا پروگرام رکھتی ہیں۔ اور اپنے طریقے سے دعوت و ارشاد کا کام کرتی ہیں۔ وہاں پر رہائش پذیر مسلمانوں نے بھی اپنی مختلف تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں، اپنی وسعت و صلاحیت کے مطابق وہ بھی اپنے پلیٹ فارم سے کام کرتی ہیں۔ امریکہ جانے والے اور وہاں رہائش اختیار کرنے والے مسلمان مختلف جغرافیائی خطوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان رنگ، نسل اور زبان ہی کا اختلاف نہیں پایا جاتا افکار و خیالات کے درمیان بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی تنظیمیں ان اختلافات سے پاک ہوں یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی تصادم و ٹکراؤ کی خبریں بھی آتی ہیں۔ گذشتہ چند برسوں سے کچھ لوگ کوشاں ہیں کہ مسلم تنظیموں کے درمیان ممکن حد تک یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ یہ تنظیمیں ٹکراؤ کا راستہ چھوڑ کر تعاون کا رویہ اپنائیں اس مقصد کے حصول کے لئے شمالی امریکہ کی مسلم تنظیموں نے اپنا ایک وفاق بنایا ہے جو "اتحاد اسلامی" یا "جمعیت اسلامی" کے نام سے موسوم ہے اس کا کام شمالی امریکہ میں بکھری ہوئی مسلم تنظیموں کو مربوط رکھنا۔ اس طرح ان کی کارکردگی اور فعالیت میں اضافہ کرنا ہے۔

گذشتہ دنوں "اتحاد اسلامی" کے ایک ذمہ دار احمد الخطاب جو مسلم یوتھ لیگ کے صدر بھی ہیں کا ایک انٹرویو" اخبار العالم الاسلامی" مکہ مکرمہ میں شائع ہوا ہے۔ انہوں نے اعداد و شمار کی مدد سے اپنی اس تنظیم کی ثقافتی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق آغاز میں اس جمعیت کا دائرہ کار ایک ریاست تک محدود تھا۔ ۱۹۸۳ء میں اس کی سرگرمیوں کا دائرہ پورے شمالی امریکہ اور کناڈا تک پھیل گیا۔ تقریباً ۵۵ ممالک سے تعلق

رکھنے والے تین لاکھ مسلمان شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ آٹھ ہزار تربیتی پروگرام دیئے گئے۔ دو لاکھ مسلم نوجوانوں نے ان سے استفادہ کیا۔ ان میں خواتین بھی شامل ہیں۔ اس جمعیت کی طرف سے "آفاق اسلامیہ" کے نام سے، ایک ماہنامہ شائع ہوتا ہے جس کے ذریعہ ذہنی و فکری غذا فراہم کی جاتی ہے۔

"اتحاد اسلامی" کے زیر نگرانی ۱۹۸۷ء میں زکوٰۃ فنڈ کا قیام عمل میں آیا۔ مختصر مدت میں اس کے ذریعہ ۱۵ لاکھ ڈالر جمع ہوئے اور مستحق خاندانوں اور ضرورت مند طلبہ کے درمیان تقسیم کئے گئے۔ اس تنظیم کی سرپرستی میں ایک ادارہ "وقف اسلامی" کے نام سے قائم ہے۔ اس کا مقصد اسلامی مدارس، مراکز اور مساجد کی دیکھ ریکھ اور ان کی سرپرستی و حفاظت ہے۔ اس وقت ۴۲ مسجدیں، اسلامک سنٹر اور سکول اس کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ ایک شعبہ دینی و اسلامی علوم کی اشاعت کے لئے خاص ہے۔ اس نے عربی، انگریزی، فرنچ، اسپینی اور اردو زبانوں میں ملاکر ۲۰ لاکھ کتابیں شائع کی ہیں۔

غیر سودی نظام کو فروغ دینے کے لئے "امانت فنڈ" کے نام سے ایک شعبہ کام کر رہا ہے اس شعبہ کی کاوش کے نتیجے میں بارہ لاکھ ڈالر کی رقم غیر سودی قرض کے طور پر دی گئی ہے۔

دعوت وارشاد اور اسلامی تعلیم کے نام سے ایک شعبہ اپنی خدمات پیش کر رہا ہے۔ یہ شعبہ امریکی معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرتا ہے۔ اس کی سرگرمیاں جیل خانوں تک پھیلی ہوئی ہیں اس کی طرف سے ۱۱ لاکھ کتابیں اور پمفلٹ شائع ہو کر تقسیم ہوتے ہیں۔ ائمہ مساجد اور دعوتی میدانوں میں کام کرنے والوں کے لئے پندرہ تربیتی پروگرام رکھے گئے۔ ۲۰ سو محاضرے یا لیکچرز کا نظم ہوا۔ ۱۵ ڈائی لاگس یا بات چیت کے پروگرام ہوئے۔ جن میں حاضرین کی اکثریت یہود و نصاریٰ پر مشتمل تھی۔ ۷۰ ہزار قیدیوں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی گئی۔ چنانچہ اس کاوش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تین لاکھ امریکی باشندوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی توفیق دی۔ اس تعداد میں قیدیوں کے علاوہ بڑی تعداد عام شہریوں کی بھی ہے۔

"جمعیت اسلامی" کی دعوتی وثقافتی سرگرمیوں کا یہ خاکہ اس کے ایک ذمہ دار نے پیش کیا ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی تنظیم کے کاموں کو بڑھا چڑھا کر دکھایا ہے۔ اس رپورٹ کو مبالغہ آرائی پر مبنی مان لیا جائے تو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امریکہ میں بسنے والے مسلمان دعوتی کاموں سے یکسر غافل نہیں ہیں۔ مختلف تنظیمیں یہ کار خیر انجام دے رہی ہیں نیز اپنی وسعت وصلاحیت کے مطابق دعوت کے میدان میں جدوجہد اور کاوشیں کر رہی ہیں۔

پولینڈ میں دینی بیداری | پولینڈ میں دینی بیداری کی خبریں ان دنوں اخبارات کی زینت بن رہی ہیں یہاں کے باشندے زیادہ تر کیتھولک عیسائی ہیں۔ مسلمان اقلیت میں ہیں جو تاتاری نسل سے تعلق رکھتے ہیں جنگ۔

عظیم ثانی سے قبل یہاں مسلمان باعزت زندگی گذارتے تھے۔ انہیں مذہبی آزادی حاصل تھی۔ دینی تعلیم بلکہ عربی تعلیم کے ان کے اپنے ادارے تھے۔ بعض اوقات حکومت کے معزز عہدوں پر بھی فائز ہوتے۔ دوسری جنگ عظیم کا آغاز پولینڈ پر حملہ سے ہوا۔ ہٹلر نے توسیع پسندانہ عزائم کے لئے سب سے پہلے اسی کو نشانہ بنایا۔ جنگ میں اس کا جغرافیہ بدل کر رہ گیا۔ جرمنی کی شکست کے بعد دوبارہ اس کے جغرافیائی حدود متعین ہوئے۔ روس کے پڑوس میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کے زیر اثر اشتراکی حکومت ۱۹۴۷ء میں قائم ہوئی۔ کمیونزم روسی برانڈ ہو یا چینی۔ دین بیزاری اور اسلام دشمنی دونوں کے یہاں قدر مشترک ہے۔ مسلمانوں کو دبانے اور اسلام کی بیخ کنی کا عمل پولینڈ میں بھی شروع ہوا۔ کمیونسٹ نظام کی پلاننگ کے مطابق اب تک مسلمانوں اور اسلام کو قصہ پارینہ بن جانا چاہیے تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے اور اشتراکیوں کے لئے بالکل سوہان روح کہ وہاں اسلام نہ صرف یہ کہ زندہ ہے بلکہ برگ وبار بھی لا رہا ہے۔ جب روس سے اسلام نہیں مٹا تو پولینڈ سے کیسے مٹتا؟

پولینڈ سے آمدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ پولینڈ کے تاتاری مسلمان اپنی شناخت باقی رکھنے کے لئے پیہم مسلسل کر رہے ہیں۔ بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے اسکول مدارس نیز عبادت گاہوں کی تعمیر کا کام تیز رفتاری سے ہو رہا ہے۔ بچوں کو عربی زبان کی تعلیم کا اہتمام بھی جاری ہے۔ تاکہ آئندہ نسل قرآنی زبان اور قرآنی رسم الخط سے یکسر نابلد نہ رہ جائے۔ اس کام کے لئے وہ عرب طلبہ معاون ثابت ہو رہے ہیں جو تحصیل علم کی غرض سے پولینڈ کے مختلف شہروں میں مقیم ہیں۔

پولینڈ کے مسلمانوں نے اپنی قبرستان جداگانہ بنا رکھی ہے چہار دیواری کے ذریعہ اغیار کے دست برد سے محفوظ کر لیا ہے۔ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ دینی بیداری کے آثار ہر طبقہ میں نظر آتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے جانکاری کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ، ماہرین فن۔ ڈاکٹر، انجینیر اور قانون دان سبھی طبقہ کے لوگ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اب وہ اسلام کے ساتھ اپنے تعلق و وابستگی کے اظہار میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ غیر مسلموں میں بھی اسلام دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ اور دیگر اسلامی لٹریچر کی مانگ میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک خبر کے مطابق پولش زبان میں قرآن مجید کے ترجمے کے ایک لاکھ نسخے مختصر مدت میں فروخت ہو گئے۔ اس کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ پولش مسلمانوں کی تنظیم کے ایک ذمہ دار جناب استفان مصطفےٰ نے گذشتہ دنوں پولش نیوز ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے۔ حالیہ برسوں میں غیر مسلموں کے درمیان اسلام سے دلچسپی بڑھی ہے۔ ترجمہ قرآن کی مانگ اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ اسے پورا کرنے سے ہم لوگ قاصر نظر آ رہے ہیں۔

<u>بلجیم میں دینی اجتماع</u> | ایک اخباری اطلاع کے موجب بلجیم میں واقع مرکز اسلامی کے زیر اہتمام گذشتہ دنوں ایک دینی اجتماع ہوا جس میں بلجیم، ہالینڈ، فرانس، جرمنی اور لکسمبرگ میں رہائش پذیر ہزاروں مسلمانوں نے شرکت

کی۔ قطر یونیورسٹی میں کلیۃ اصول الدین کے پرنسپل ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی شرکت دینی اجتماع کی اہمیت میں اضافہ کا باعث بنی۔ ان کے نام پر دور دور سے لوگ کھنچ کر آ گئے۔ ان کی تقریر کا موضوع تھا:

"یورپ میں آباد مسلمانوں کی ذمہ داریاں" انہوں نے اپنی تقریر میں اس نقطہ پر خاص طور سے زور دیا کہ امت مسلمہ کے شاندار ماضی اور اس کی عزت و وقار کو دوبارہ واپس لانے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان خواہ حاکم ہوں یا محکوم اپنی زندگی کو اسلام میں داخل کریں، قول و عمل میں تضاد نہ ہو۔ دونوں میں اسلام کی بالادستی قائم رہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں حرمین شریفین کے خلاف ہونے والی سازشوں کی پُرزور مذمت کی۔ اور کہا کہ حرمین کے خلاف سازش دراصل مسلمانان عالم کے خلاف سازش ہے۔ دنیا کے مسلمان ہر قیمت پر ان کی تقدس باقی رکھیں گے ان کی حرمت پر آنچ آنے کی صورت میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

یورپ کے مسلم ثقافتی اداروں کی ڈائرکٹری

"اسلام اینڈ دلیسٹ" نامی مسلم تنظیم جس کا مرکزی دفتر جنیوا میں ہے ان مسلم ثقافتی اداروں کے سروے کا کام کر رہی ہے جو یورپی ممالک میں ہیں اور جہاں اسلامی علوم اور اسلامی ثقافت سے دلچسپی لی جاتی ہے یا کسی ایسی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے جس کا کسی نہ کسی نوع سے مسلمانوں سے تعلق ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کام کا فیصلہ ۱۹۸۱ء میں کیا گیا تھا جب کہ اس تنظیم کی کانفرنس فرانس کے مرکزی شہر پیرس میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی سے اس کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ اب وہ اختتام تک پہنچنے والا ہے۔ اس سروے کے نتیجے میں ایک ڈائرکٹری مرتب ہو رہی ہے۔ ہر ملک میں واقع ثقافتی اداروں اور مسلم تنظیموں کی فہرست الگ تیار کی جا رہی ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ ہر ادارے اور تنظیم کا تعارف، تاریخ، دائرہ کار، خدمات اور آئندہ کے پروگرام کا تذکرہ ہو گا۔ نیز اس ادارے کی مطبوعات کا تذکرہ و تعارف بھی ہو گا۔

یہ ڈائرکٹری یا گائڈ بک یورپی ممالک میں واقع مسلم تنظیموں اور ثقافتی اداروں کے بارے میں جانکاری کا معتبر ذریعہ ہو گی۔ اس کے ذریعہ ان غیر مسلم اداروں کے بارے میں بھی واقفیت ہو گی جہاں مسلم ممالک کی کوئی زبان پڑھائی جاتی ہے یا کسی نہ کسی نوع سے اسلامی ثقافت دلچسپی سے دلچسپی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت

شوال میں فرانس کے دارالسلطنت پیرس میں ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں دنیائے اسلام اور دنیائے عرب کے متعدد نامور دانشوروں اور فضلاء نے شرکت کی۔ فرانس میں واقع مسلم تنظیموں کے ذمہ داروں کے علاوہ جو حضرات شریک ہوئے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مسجد نبوی ﷺ کے امام ڈاکٹر علی الحذیفی، انہوں نے کنگ فہد اکادمی برائے طباعت قرآن مجید کی نمائندگی کی۔
۲۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی نمائندگی شیخ عبداللہ العقیل نے کی۔
شام کی مجلس قرار کے رکن شیخ عبدالرزاق الحلبی نے مجلس قرار کی طرف سے شرکت کی۔

۴۔ جزائر قمر کی نمائندگی مفتی عبدالرحمٰن نے کی۔

لاطینی یا غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت کا مسئلہ سیمینار کا موضوع تھا۔ قرآن مجید کی کتابت سے متعلق دو واضح نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن مجید عربی رسم الخط میں ہے جس کی تلاوت ان لوگوں کے لئے دشوار ہے جو عربی رسم الخط سے نابلد ہیں۔ اس لئے لاطینی ہندی اور دیگر رسم الخطوں میں اس کی طباعت ہو تاکہ اس کی افادیت عام ہو اور عربی سے نابلد لوگ بھی اس کی تلاوت کر سکیں۔

دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ عربی رسم الخط کے علاوہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن مجید کے حروف اور تلفظ کی ادائیگی دشوار ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ مثلاً ت، ط، ج، ذ، ز، ض، ظ، ث، س، ش، ص، ء، ع، ح، د، ق اور ک کے درمیان جو فرق ہے اور جس کا معانی کی تبدیلی پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ عربی کے سوا کسی رسم الخط میں اس کی رعایت ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی بات ہے تو اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن یہ مقصد ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور اس پر کوئی پابندی نہیں۔

سیمینار میں برجستہ تقریریں ہوئیں۔ متعدد فضلا نے وقیع مقالے پیش کئے۔ اس ضمن میں اب تک جو تحریری مواد اکٹھا ہوا ہے اس کا جائزہ لیا گیا۔ مختلف اسلامی اداروں کی طرف سے صادر فتاوے بھی زیر بحث آئے۔ مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کے بعد شرکاء سیمینار کی متفقہ رائے یہ قرار پائی کہ:۔

"قرآن مجید کی کتابت و طباعت صرف اور صرف عربی رسم الخط میں ہو۔ عربی کے سوا کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت و طباعت درست نہیں ہے۔ اس سے غیر شعوری طور پر تحریف کا دروازہ کھل جائے گا۔ جس کو بند کرنا ممکن نہ ہوگا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں قرآن کے اصل رسم الخط میں تلاوت کرتے ہیں۔ عربی کو وہ کسی ملک یا کسی خطے کی زبان نہیں بلکہ اسلام کی سرکاری زبان سمجھتے ہیں۔ اس کو سیکھنے میں تھوڑی بہت جو زحمت ہوتی ہے اسے ذوق و شوق سے برداشت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن کی تلاوت کے ضمن میں جو دشواریاں گنائی جاتی ہیں وہ کم ہمتی کی باتیں ہیں ع

جو نہ ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

اسلام کی طرف بازگشت ایک سرکاری بل کو منظوری دے کر بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ نے طے کر دیا کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ یوں ان قیاس آرائیوں کا خاتمہ ہو گیا جن میں کہا جا رہا تھا کہ صدر حسین محمد ارشاد کی طرف سے اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے کی بات محض سیاسی سٹنٹ اور انتخابی وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ اسلام دشمن اور دین بیزار حلقوں کی جانب سے اس پر ناگواری کا اظہار تعجب خیز نہیں۔ اگر وہ خاموش رہتے تو اچنبھے کی بات ہوتی حیرت اس پر ہے کہ اقامت دین جن لوگوں کا نصب العین ہے ان کی جانب سے بھی اظہار ناپسندیدگی کیا گیا ہے +

قارئین بنام مدیر

افکار و تأثرات

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ

"حقائق السنن شرح جامع الترمذی"۔ از شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ و نوراللہ مرقدہ العزیز و افاض علیہ شآبیب مغفرتہ و احسانہ۔ اپنی احادیث، اور شریعت مطہرہ کے اسرار و رموز اور حِکَم و مصالح، اور سنن ترمذی کی ہر اعتبار سے ایک جامع شرح کی حیثیت سے ایک عظیم علمی شاہکار ہے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ جاریہ اور نیک یادگار ہے جس سے نہ صرف علماء کرام اور محدثین عظام اور طلبہ دورۂ حدیث شریف استفادہ کرتے ہیں۔ بلکہ جملہ اہل علم و قلم کے لیے دانشوروں، حکماء، صوفیائے عظام اور وکیلوں، ڈاکٹروں کے ساتھ فلاسفر اور جدید و قدیم معلومات حاصل کرنے کے شوق و ذوق رکھنے والوں کے لئے ایک دائرۃ المعارف، اور تاریخی، علمی، فلسفی، محدثانہ مباحث اور شریعت نبویؐ کے فوائد و مصالح اور رموز و اسرار کا حسین مرقع ہے۔ اس عظیم شرح کی ترتیب و تالیف اور تحسین و تحشیہ اور عناوین و مراجعت میں اصلاً برادر گرامی قدر مولانا عبدالقیوم حقانی کا بہت بڑا حصہ ہے جو انہوں نے مخدوم محترم مولانا سمیع الحق مدظلہ کی نگرانی و سرپرستی اور رہنمائی میں سرانجام دیا ہے۔ جو نہایت قابل تحسین اور مبارکباد ہے۔

اسی طرح ماہنامہ الحق میں "مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و کمال کا تذکرہ بھی اپنے موضوع و مقصد میں یکتا ہے۔ جو ایک نادر و نایاب اور تاریخی کتاب "کتاب الانساب للعلامۃ السمعانی" جس کے نام سے بھی بہت کم خواص متعارف ہوں گے، کے بعض اہم اور نادر موضوعات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ کہ اہل علم و کمال نے اپنی علمی، مطالعاتی تحقیقی زندگی کے ساتھ ساتھ رزق حلال حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے جائز اور مشروع ذرائع اپنانے سے دریغ نہیں کیا۔ طلب العلم فریضۃ علی مسلم پر عمل کرتے ہوئے "طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ"، پر بھی عمل پیرا رہے ہی ذوق کے ساتھ، کسی کے دست نگر بن جانے سے حلال پیشہ اختیار کرنا ہزار بار بہتر اور ضروری ہے بہت سے علماء امام محدثین اور فقہائے عظام، اپنے فنون میں مہارت اور شغف کے ساتھ حداد۔ لوہار۔ قصاد۔ دھوبی

صباغ۔ رنگسازی۔ جصاص۔ چونہ فروش۔ حلوائی۔ حذاء موچی۔ قطان۔ پنبہ فروش وغیرہ بھی رہ چکے ہیں۔ اور ان ذرائع معاش کے اختیار کرنے میں عار محسوس نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ پیشے ان کے علمی ذوق و طلب اور تحقیق و جستجو اور تبلیغ وارشاد اور تصنیف و تدریس میں حائل رہے جو ہمارے جیسے بے بضاعتوں کے لئے باعث عبرت اور ذریعۂ رشد و استقامت ہیں۔ معاشرے میں بعض علماء کرام کو ان کے اپنی علمی مشاغل میں ہمہ وقت مصروف رہنے اور کسی دنیوی مشغلے کی طرف توجہ نہ دینے کی بناء پر بعض سادہ لوح قسم کے لوگ 'بے کار' سمجھتے ہیں۔ اس عندیہ کے جواب کے لئے ان مضامین کو مستقل کتابی صورت میں اس کا مطالعہ عوام وخواص دونوں کیلئے بہت مفید رہے گا اور اہل علم کیلئے تاریخی معلومات اور حقائق کا ایک بڑا مرجع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ———— (شیخ الحدیث مولانا) محمد حسن جان (مدظلہ) جامعہ امداد العلوم پشاور

غیر مسلم اور سیرت نگاری

سید دو عالم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع اس قدر معزز اور مکرم ہے کہ اکثر علماء اسلام سیرت پر تقریر کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

بلکہ اکثر مسلمان تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی بے وضو نہیں لیتے جیسا کہ سلطان شمس الدین التمش کا بیٹا سلطان ناصر الدین محمود اپنے ایک ملازم کو جس کے نام میں محمد تھا بے وضو ہونے کی حالت میں کسی دوسرے نام سے پکارا کرتا تھا۔ اس لئے ایسے مقدس اور متبرک موضوع پر کسی غیر مسلم کو اجازت دینا اور پھر اس پر انعام کی بارش کرنا عظمت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروح کرنا ہے۔ اگر غیر مسلم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرتے ہیں۔ تو ان کو آپ پر ایمان لانے میں کونسی رکاوٹ ہے اس لئے سیرت کے موضوع پر قائم شدہ اداروں کو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ الموفق

(حضرت مولانا) قاضی محمد زاہد الحسینی (مدظلہ)

قادیانیت کے نئے حربے

مکرمی! آپ کی خدمت میں ایک پمفلٹ جو "مولانا سمیع الحق جواب دیں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں مفت تقسیم کیا گیا ہے، بھیج رہا ہوں۔ اسے مرزائیوں نے "انجمن تحفظ پاکستان" کے فرضی نام سے شائع کرایا ہے۔ آپ نے جو قادیانیت کے ناپاک عزائم کے خلاف ایوان بالا میں آواز اٹھائی اور

تحریک چلائی ہے۔ قادیانیوں کے لیڈر مرزا طاہر احمد کی کیسٹ کے حوالے سے پورے ایوان کے سامنے مرزائیوں کی ملک دشمنی کا ٹھوس ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ اس پر قادیانی امت میں زلزلہ برپا ہو گیا ہے اور اب آپ نے جو علماء کو ۲۷ر فروری کو اسلام آباد میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے اور قادیانیوں اور قادیانی نوازوں کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ اور جرأت مندانہ اقدام کیا ہے تو اس سے قادیانی امت بوکھلا اٹھی ہے۔ اس پمفلٹ کو آپ پڑھیں اس کی ہر سطر سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ قادیانیوں کو اب حکومت سے، ملک کے ارباب اقتدار سے، قومی اور سیاسی لیڈروں سے کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ اب وہ کھل کر ملک میں اپنا کھیل کھیلیں گے۔ سندھ حکومت کا سیکرٹری بھی تو کنور ادریس قادیانی مقرر کر دیا گیا ہے۔ تین سو سے زائد افسر قادیانیوں کے کلیدی اسامیوں پر براجمان ہیں۔

قادیانیوں کو اب علماء حق سے خطرہ ہے۔ وہ آپ حضرات کو اپنے راہ کی رکاوٹ سمجھ رہے ہیں۔ اس پمفلٹ میں آپ کی سینٹ تقریر کے حوالے سے آپ کو جواب دینے اور قادیانیت کا بھرپور دفاع کرنے کی کوشش کی گئی ہے بہرحال عریضہ سے مقصد یہ ہے کہ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ آپ کا موقف درست ہے آپ کا مشن ختم نبوت کے تحفظ کا مشن ہے علماء حق کی ایک عظیم جماعت اور دینی قوتوں اور جمہور مسلمانوں کا تعاون آپ کو حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ کی غیبی نصرتیں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ علماء حق کو اب تو بیدار ہونا چاہیئے قادیانیوں اور قادیانیت نوازوں کے ساتھ چل کر حق کے غلبے کے راستے مسدود کرنے والے اس وقت کیا کریں گے جب خدا کی بارگاہ میں پوچھا جائے گا کہ میرے نبیؐ کے تقدس پر اور میرے صحابہؓ کی عظمتوں پر کفار و فجار اور اشرار کی یلغار تھی اور تم لوگ بھی ان کے شانہ بشانہ چل رہے تھے ؎

ابھی سے سوچ لو وگرنہ روز محشر میں
میرے سوال کا تم سے جواب ہو کہ نہ ہو

یہ پمفلٹ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی تحریک برحق اور آپ کی تحریک کا ہدف درست ہے کہ تیر نشانے پر لگا ہے۔ اللہ مزید ہمت دے۔

شبیر احمد نفیسی۔ لاہور

اسلامی تاریخ کا شرمناک سانحہ

میرے محترم! ہمارے ملک کے سیاسی و دینی حالات کا بہاؤ ۱۹۷۰ء کے بعد سے جس سمت کو جاری ہے۔ وہ ہر دردمند و حساس طبیعت کے حامل فرد کے لئے باعث تشویش ہے۔ ایک ابدی و آفاقی نظریہ کی بنا پر جو خطہ زمین حاصل کی گئی ہے اور جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں کی قربانی دی گئی۔ برسہا برس کی جدوجہد بھاگ دوڑ کے بعد ایک ملک ہمیں نصیب ہوا جس میں اس نظریہ کو عملی جامہ دینا تھا۔ مگر پھر کیا ہوا۔ یہ بہت ہی افسوسناک حقیقت ہے ۲۵ سال بعد ملک کا ایک حصہ جاہلی عصبیت کے خوفناک دیوتا کے بھینٹ چڑھ گیا اور لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ پھر

اس پچھے کچھے ملک میں وہی تعصب پرستی و لسانی قومیت کا بھوت ناچنے لگا۔ گناہوں کی بھرمار اور بے حیائی و بدمعاشی کی یلغار کو دیکھ کر کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ملک اسلام کے اعلیٰ سماجی، معاشی و مذہبی افکار و اقدار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وجود میں آیا تھا۔ کونسا گناہ ہے، کونسی بے شرمی و بے حیائی ہے جو یہاں موجود نہ ہو۔ یہ سب ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ کان سُن رہے ہیں اور دل خلش محسوس کر رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے ملک میں اسلام کیوں نظر نہیں آتا۔ کلمۂ توحید کا قائل کیوں دین و مذہب سے بیگانہ ہو گیا ہے۔

افسوس کہ اب تو حد ہو چکی۔ تعصب کا زہر پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ بے حیائی و بے شرمی اور بے ایمانی کے سارے دھندے اتنے عام ہو گئے کہ جی چاہتا ہے کہ اے کاش ہم مر کھپ کر مٹی میں مل جاتے۔ یہ کیا غضب ہے کہ عورت کو سربراہِ مملکت بنا دیا گیا۔ اب کیا رہ گیا کہ چشم پوشی کی جائے اس ملک میں جسے محض اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اور پچاسوں دینی مدارس و ہزاروں علماء کرام و دیندار ان کی موجودگی کے باوجود ایک بے پردہ و بے دین عورت کا حکمران بنایا جانا بندہ کے نزدیک اسلامی تاریخ کا ایک ایسا سانحہ ہے جو ہم سب کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

محسنِ انسانیت حضرت ختم رسل ﷺ نے اس قوم کے لئے تباہی و بربادی کی پیشین گوئی فرمائی ہے جو عورت کے ہاتھ زمامِ اقتدار سونپ دے۔

میرے بزرگ! اب ایسے میں بھی ہم مصلحت کوشی سے کام لیں۔ اپنے رواجی و روائتی طریقوں پر جمے رہیں اور عوام الناس سے رابطہ پیدا نہ کریں۔ ملک کے اندر طاغوتی قوتوں کے خلاف اعلانِ جہاد نہ کریں تو پھر ہمارا جینا کیسا بلکہ کیوں؟ کیا ایسی حالت میں مر جانا بہتر نہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی نہیں تو کیا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے سنتِ رسول ﷺ کا استہزا ہوتا رہے۔ شعائر اسلام کا انکار و استخفاف کیا جاتا رہے۔ مسلمانوں کی بہو بیٹیاں سرِ عام بے پردہ و عریاں پھریں۔ ناچ و گانے کا سارے ملک میں بازار گرم ہو اور ہم خاموش رہیں۔ شرمناک بے عملی کا مظاہرہ کریں۔ یہ طرزِ عمل سراسر دینی و ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔

اب تو نعرۂ حق بلند ہونا چاہئے، توحید و سنت کے پرستاروں کو متحد و متفق ہو کر سوئی ہوئی امت کو بھولا ہوا سبق یاد دلانا چاہئے۔ شہر شہر، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں دین کا درد رکھنے والوں کو پھرنا چاہئے۔ ٹھوکریں کھانی چاہئیں۔ فاقہ و سختیاں برداشت کرنی چاہئیں۔ کوئی ہنسے یا طنز کرے، ہمیں تو بس اپنے کام سے دھن ہو اور اس ایک ہی لگن ہو کہ اس ملک میں یا تو قرآن و سنت کا نظام ہوگا یا ہم جان قربان کر دیں گے۔

بندہ کو یقین ہے کہ اگر اس جذبے کے ساتھ اہلِ حق کھڑے ہو جائیں، علماء کرام متحرک ہو جائیں۔ دینی مدارس کے اساتذہ و طلباء پرجوش و سرگرم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی دعا گڑگڑا کر قبول کرالیں۔ تو پھر کس بات کی دیر ہے۔ رحمتِ الٰہی سارے کام بنا دے گی میری دلی تمنا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ

تمام دینداروں کو متحد و متفق فرما اور دین کے لئے جاں فروشی کا جذبہ بیدار فرما۔ آمین یارب العالمین ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(عبدالسلام، ناظم آباد، کراچی)

"الحق" کے اہداف، مضامین اور تاثرات

★ برادر محترم مولانا عبدالقیوم حقانی نے الحق (جنوری ۱۹۸۹ء میں) جو اداریہ تحریر فرمایا وہ بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، دل کی آواز کے طور پر (ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ کے نقش آغاز میں اس کو شامل کیا جارہا ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی طرف سے جو علماء کنونشن کا اعلان ہوا تھا اس کی افادیت کے پیش نظر اسے عام کر دیا گیا۔ اب یہ اجلاس تمام مسالک دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث علماء کرام کی جانب سے ۲۷ فروری کو منعقد کیا جارہا ہے جس میں آئندہ کیلئے لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔ علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ اختلافات فروعی کو بالائے طاق رکھ کر اس اجلاس میں شریک ہوں اور ۲۷ فروری کو اس منکر کے خلاف جو جہاد کا اعلان ہو اس میں شریک ہو کر عنداللہ فلاح و کامیابی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے فوری نجات عطا فرمائے اور اس جہاد میں ہمیں استقامت اور فتح عطا فرمائے (اقراء ڈائجسٹ، فروری ۱۹۸۹ء)

(حضرت مولانا) مفتی ولی حسن (مفتی اعظم پاکستان)

★ "الحق" کے شمارہ جنوری ۸۹ء میں آپ کی اداریہ تحریر ملکی سطح پر تمام سیاسی اور اہم امور کو محیط ہے، اس جامعیت کو برقرار رہنا چاہیئے۔ عورت کی سربراہی اور لادینیت و مرزائیت کے خلاف تحریک کے کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ رفتہ رفتہ یہ گاڑی رفتار پکڑ جائے گی انشاء اللہ۔ (مولانا) محمد ازہر، مدیر ماہنامہ الخیر۔ ملتان

★ "الحق" کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ حالات و واقعات سے آگاہی ہوئی۔ الحق کے تازہ شمارہ میں عورت کی سربراہی پر زوردار اداریہ اور مولانا سمیع الحق کا گراں قدر مقالہ پڑھا۔ آپ نے بروقت انتباہ فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کا تسلط عذاب الٰہی کی ایک شکل ہے۔ ہماری بداعمالیوں کی بدولت عورت اور وہ بھی بے نظیر ہم پہ مسلط ہوئی۔ اجتماعی طور پر تگ و دو اور جد و جہد کی سخت ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے حضور استغفار اور دعاؤں کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بحرمت النبی الکریم ہم پر رحم فرمائے۔ آمین

قاضی عبدالحمید فاروقی تلہ گنگ مبلغ تحریک خدام اہلسنت والجماعت

★ الحق کے تازہ شمارے کے مضامین دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ الحمد للہ اس پرفتن دور میں ایسے علماء موجود ہیں جو ببانگ دہل بغیر کسی خوف کے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہتے ہیں۔

الحق کے مضامین اور حق گوئی پوری امت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ (مولانا) حشمتاق الحق ملازئی۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان

★ الحق کا تازہ اداریہ صرف سلاست و شگفتگی، منفرد اسلوب نگارش اور ادب کی پختگی کا آئینہ دار ہی نہیں بلکہ فکر و نظر کی گہرائی کا غماز بھی ہے۔ اداریہ کے مضمون میں آپ نے حق ادا کر دیا ہے۔ (قاضی) عبدالحلیم حقانی۔ کراچی)

محفوظ ۔ قابلِ اعتماد ۔ مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
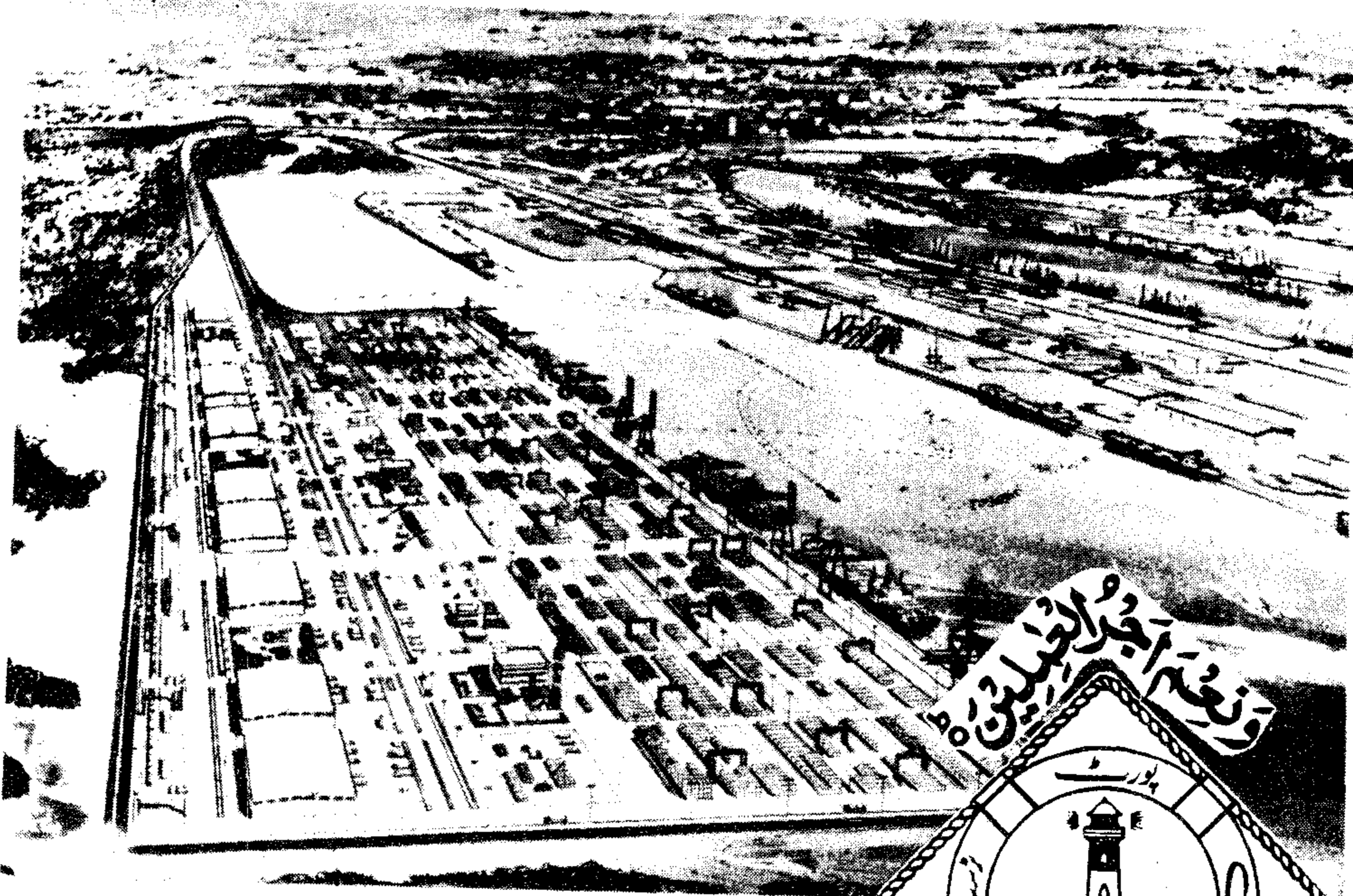
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT - 4 / 88. PID - Islamabad

شیخ الحدیث مولانا فیض احمد ملتان ◆ مولانا سید امیر الحسینی الندوی انڈیا

مجلسِ شوریٰ وفاق المدارس العربیہ

کی

تعزیتی قرارداد

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس قاسم العلوم ملتان میں منعقد ہوا جس میں وفاق کی مجلس عاملہ کے ارکان کے علاوہ چاروں صوبوں سے دینی مدارس کے مہتممین، نمائندوں، اکابر علماء، اور مشائخ نے بھرپور شرکت کی کارروائی کے آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب ملتان نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تعزیتی قرارداد پیش کی۔ جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ ذیل میں اس قرارداد کے متن کے علاوہ المرکز الاسلامی احمد آباد ھند کے امیر سید امیر الحسینی الندوی کا تعزیتی مکتوب بھی نذرِ قارئین ہے۔ (ع ق ح)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا یہ عظیم اجلاس استاذ العلماء محدث کبیر عارف باللہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سرپرست وفاق المدارس کے سانحۂ ارتحال پر حد درجہ رنج و الم کے اظہار کے ساتھ ساتھ مرحوم کے دینی و علمی خدمات اور قومی و ملّی اور سیاسی کارناموں پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے مرحوم وفاق المدارس پاکستان کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ان کی توجہ، مفید مشوروں اور دعاؤں سے الحمدللہ کہ وفاق نے اپنے اہم مقاصد اور اہداف میں خوب ترقی کی ہے۔ اس لحاظ سے وفاق تاقیامت مرحوم کا ممنون اور شکرگذار رہے گا۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، عظیم قومی و ملی اور ملکی و سیاسی خدمات، پارلیمنٹ میں مجاہدانہ کردار وفاق المدارس کی تنظیم، کارکردگی، وفاق کی سطح پر علماء کے اتحاد اور امت کا یہ مرکزی ادارہ بھی مرحوم کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ کو درپیش اہم مسئلہ افغانستان کی آزادی اور وہاں پر اسلامی حکومت کا

قیام ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس معرکہ کارزار میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور قدیم طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد میں افرادی قوت مہیا فرمائی ہے جو اب میدانِ کارزار میں قائدانہ اور محاذِ جنگ پہ زبردست جرأت مندانہ کردار کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

آج کا یہ اجلاس مرحوم کے تلامذہ، محبین و مخلصین، اہل علم حضرات بالخصوص مرحوم کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور جملہ اہلِ خاندان سے تعزیت کرتا ہے اور دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کا قائم فرمودہ گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ سدا بہار رکھے۔ اور باری تعالیٰ ان کے برکات سے امت کو وفاق المدارس العربیہ اور بالخصوص مولانا سمیع الحق مدظلہ کو مالا مال فرماتے تاکہ احیاء دین، اشاعتِ علم اور غلبۂ اسلام کی تحریک جاری رہے۔

تعزیتی مکتوب سید امیر الحسینی الندوی احمد آباد ہند

مخدومی و مکرمی بخدمت عالی جناب شیخ سمیع الحق صاحب زید شرفہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بعد سلام مسنون و بصد احترام۔ امید واثق ہے کہ آں جناب مع جملہ اہل خانہ و متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔ یہ عاصی پُر معاصی بھی بفضلہ مع الخیر ہے۔

مخدومی المکرم۔ گذشتہ دنوں ہند اور بیرونِ ہند کے مختلف اخبارات اور رسائل کے ذریعہ یہ المناک خبر ملی کہ شیخ المشائخ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبد الحق حقانی صاحب زید مجدہ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلمانانِ ہند ابھی شہید اسلام و شہید جہادِ افغانستان مردِ حق حضرت محمد ضیاء الحق علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کے صدمات اور رنج والم سے سنبھلے ہی نہ تھے کہ ان پر ایک اور کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہ صرف برصغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے علمی حلقوں میں انتہائی عزت و عظمت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے علمی حلقوں میں ہمیشہ آپ کا ذکرِ خیر ہوتا رہا۔

راقم الحروف دورِ طالب علمی کے ابتدائی ایام ہی سے اپنے اساتذہ کرام کی زبانی حضرت شیخ عبد الحق حقانی علیہ الرحمہ کے غیر معمولی علم و فضل اور زہد و کمال کے بارے میں سنتا رہا۔ اور دل ہی دل میں شرفِ ملاقات کا اشتیاق بڑھتا چلا گیا۔ بالآخر گذشتہ سال اکتوبر کے مہینے میں احمد آباد انڈیا سے پشاور تک کا سفر صرف اسی مقصد کے لئے کیا۔ کہ دورِ حاضر کی اس عظیم شخصیت اور ایک پیکرِ علم و کمال کی زیارت با سعادت سے مشرف ہوسکوں۔ چنانچہ ایک روز کراچی سے پشاور اور پھر وہاں سے اکوڑہ خٹک حاضر خدمت ہوا۔

جمعہ کا دن تھا جامع مسجد میں نماز ادا کی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت علیہ الرحمۃ اپنی علالت کی وجہ سے

گھر کے متصل چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک طالب علم کی رہنمائی میں اسی مسجد میں حاضر ہوا۔ حضرت نماز سے فارغ ہو کر دو خادموں کے تعاون اور سہارے سے دولت کدے کی طرف چل دیئے۔

راستہ روک کر سلام کر کے عرض کیا۔ کہ حضرت آپ کی ملاقات کی خاطر ہندوستان سے حاضر ہوا ہوں۔

چند لمحہ کھڑے کھڑے گفتگو فرمائی۔ انداز گفتگو اور حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت غایت شفقت سے تکلف فرما رہے ہیں۔ لہذا معذرت کر کے رخصت طلب کی۔ فرمانے لگے کہ نہیں آج تو آپ میرے مہمان رہیں گے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے صاحبزادے اور پوتوں کو حکم دیا کہ ان کو بیٹھک میں لے جائیں اور مشروبات سے تواضع کریں۔ حسب حکم مہمان خانے میں حاضر ہوا۔ آپ کے بھائی اور بچے نیز مدرسہ کے چند طلبہ ہندوستان سے متعلق حالات معلوم کرتے رہے۔ یوں عصر تک قیام رہا اور میں شام کو راولپنڈی کے لئے روانہ ہو گیا۔ آپ کے اہل خاندان و متعلقین کی مہمان نوازی سے میں بے حد متاثر تھا اور اپنی قسمت پر شاداں و نازاں تھا۔ کہ اللہ نے اپنی زندگی کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی۔ اور اس صدی کے ایک عظیم مجاہد اور امام وقت کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس صدی کے ایک عظیم مجاہد تھے جنہوں نے اس دور میں جہاد بالقلم والسیف دونوں کا عملی نمونہ پیش کر کے اپنی زندگی ہی میں وقت کی ایک سفاک و طاغوتی طاقت اور سپر پاور اشتراکی روس کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اور آپ کے تلامذۂ اجلّہ نے جہاد افغانستان میں مقدمۃ الجیش اور ہراول دستہ کا کردار ادا کیا ہے۔

جہاد افغانستان کی کامیابی و کامرانی اور فتح مندی کا سہرا بھی حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے سر ہے۔

افغانستان کی آزادی کے بعد جب کہ وہاں کے نظام حکومت اور امور مملکت سے متعلق حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے تلامذہ ان کی رہنمائی اور سرپرستی کے زیادہ محتاج تھے۔ ایسے وقت پر مجاہدین افغانستان ایک سرپرست کی سرپرستی و رہنمائی سے محروم ہو گئے ہیں۔ جو یقیناً پوری ملت اسلامیہ کی محرومی اور ناقابل تلافی نقصان کے مترادف ہے

ہم کارکنان المرکز الاسلامی احمد آباد مرحوم کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اُن کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

راقم الحروف کی طرف سے آپ جملہ اہل خانہ و متعلقین کو تعزیت اور قلبی ہمدردی پہنچا دیں اور اس عاصی پر معاصی کے حق میں بھی دعا فرمائیں۔

ADARTS

JOS-1/88

مولانا قاری قیام الدین الحسینی

بیاد

ولی کامل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزم دانش سے کون اٹھا ہے — کہ دل پہ کوہِ الم گرا ہے
دھواں دھواں سا جو اٹھ رہا ہے — یہ علم دیں کا دیا بجھا ہے

محدثِ وقت تھا، ولی تھا — فقیہہ تھا، عاشقِ نبیؐ تھا
نشانِ صدق و وفا جلی تھا — روانہ سوئے بقا ہوا ہے

علوم نبویؐ کا وہ امیں تھا — وہ شیخ مدنیؒ کا جانشیں تھا
سکونِ اہلِ دلِ حزیں تھا — دکھا گیا کر کے جو کہا ہے

مجاہدوں کا وہ مقتدا تھا — وہ سرفروشوں کا رہنما تھا
جنہوں نے رشیا جھکا دیا تھا — وہ کارواں اب اداس سا ہے

گھرا رہا گو محن میں یکسر — چلی مصائب کی بادِ صرصر
ہوئی نہ نانِ جویں میسّر — یہ غنچہ پھر بھی کھلا رہا ہے

نفاذِ اسلام ہو وطن میں — بہار آ جائے اس چمن میں
رہا مسلسل اسی لگن میں — اسمبلی میں وہ گونج اٹھا ہے

لگا کے حقّانیہ کا گلشن — کئے ہیں دیں کے چراغ روشن
کلی کھلی دل کی کر کے درشن — چمن وہ دیکھو مہک رہا ہے

جو لمحہ صحبت میں ان کی گذرا — قسم ہے حاصل تھا زندگی کا
ہمارا دل یہ پکارتا تھا — ملک فلک سے اتر پڑا ہے

مجھے حسینی ہے ان سے الفت — کی عمر بھر دینِ حق کی خدمت
ملے توسّل سے ان کے جنّت — یہی تمنّا یہی دعا ہے

58

حکومت پاکستان وزارت مذہبی و اقلیتی امور

عنوان = قومی سیرت کانفرنس ۱۹۸۹ء

مرد و خواتین کے لیے اس موضوع پر پیپرز/مضامین پیش کرنا

(۱) وفاقی وزارت مذہبی و اقلیتی امور مرد و خواتین سنہ ۱۹۸۹ء میں الگ الگ آئندہ ہونے والی قومی سیرت کانفرنس جو اسلام آباد میں ربیع الاول سنہ ۱۴۱۰ھ/اکتوبر سنہ ۱۹۸۹ء میں ہو گی کے دوران سپیکر مندوبین کو پیش کیے جانے کیلئے مضامین/پیپرز کیلئے درج ذیل موضوعات کا بذریعہ ہذا اعلان کرتی ہے

(اے) موضوع برائے قومی سیرت کانفرنس مردوں کے لیے

سورۃ الانفال کی آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ کی روشنی میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ امن و اخوت۔

(بی) موضوع برائے قومی سیرت کانفرنس خواتین کے لیے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی سوسائٹی میں ماں کا درجہ اور کردار۔

(۲) مضامین/پیپرز مشتمل ۱۰-۱۵ فل سکیپ صفحات تحقیق اور ادبی میرٹ کے ہونے چاہئیں اور کسی حجتی مواد و میٹریل سے مبرا ہونا چاہیئے۔

(۳) اس طرح موصول ہونے والے مضامین/پیپرز ماہرین کی کمیٹی ایویلوایٹ کرے گی اور کانفرنس میں شرکت کے لیے بطور سپیکر مندوبین رائٹرز/سکالرز/علماء کو خالصتاً صرف ماہرین کمیٹی کی سفارشات کی بنیاد پر دعوت بھیجی جائے گی۔

(۴) اعلیٰ صلاحیت اور معیار کے مضامین باقاعدہ منظور کیے گئے کتابی شکل میں طبع اور شائع کیے جائیں گے۔

(۵) ۱۲ منتخب بہترین مضامین/پیپرز، پاکستان کے چاروں صوبوں ہر ایک سے دو فیڈرل ایریا اور آزاد کشمیر سے متعلقہ کانفرنسوں کے دوران نمایاں مضمون کے مصنف کو میرٹ کی ترتیب سے بالترتیب -/۲۵۰۰ روپے اور -/۱۵۰۰ روپے فی انعام دیا جائے گا۔

(۶) خواہشمند علماء/سکالرز/مصنف (مرد و خواتین دونوں) سے درخواست ہے کہ درج بالا ہر کیٹگری کی صورت میں منظور شدہ موضوعات پر اپنے پیپرز/مضامین (مختصر کیسا) کی تین نقول اپنے ذاتی کوائف کے ہمراہ زیر دستخطی کو زیادہ سے زیادہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۸۹ء تک ارسال کریں۔

(۷) مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والے مضامین/پیپرز قابل قبول نہ ہوں گے۔

(حبیب الرحمٰن) ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ ریفرنس

فون ۸۲۸۴۷۲

PID(1) 3813/97

شفیق الدین فاروقی
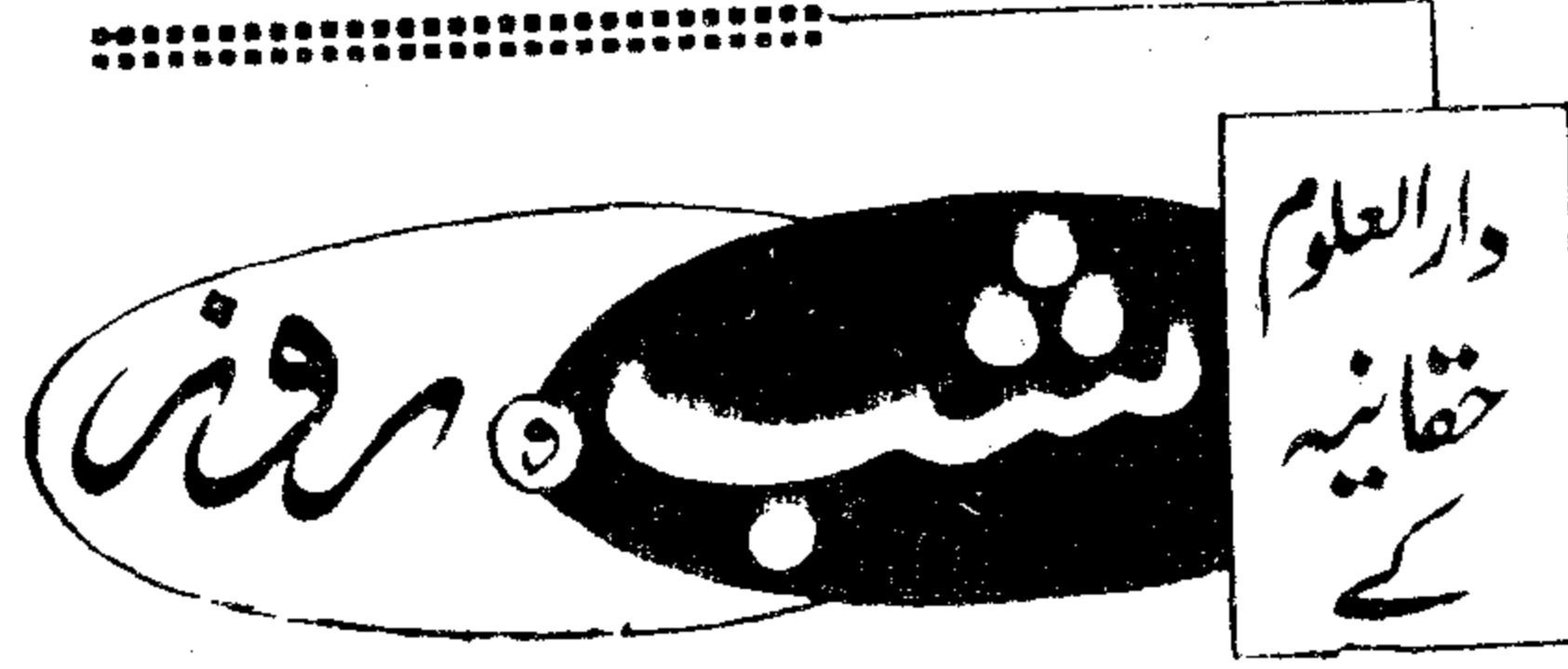
مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس دار العلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات کے فوری بعد دار العلوم کی مجلسِ شوریٰ کا پہلی بار سالانہ اجلاس ۱۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو دار العلوم کے کتب خانہ میں منعقد ہوا اجلاس کی صدارت ریٹائرڈ کرنل جناب عبدالجبار خان صاحب آف مردان نے کی۔ تلاوتِ کلام پاک سے اجلاس کی کاروائی کا آغاز ہوا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے خطبۂ استقبالیہ اور حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب مدظلہٗ کی ابتدائی تقریر کے بعد ملک بھر سے آئے ہوئے ارکانِ مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور دار العلوم حقانیہ کے مہتمم کے طور پر دستار بندی کی۔ اس موقع پر "متفقہ فیصلہ مجلسِ شوریٰ دار العلوم حقانیہ منعقدہ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۸ء" کے عنوان سے درج ذیل تحریر بھی لکھی گئی جس پر تمام ارکانِ مجلس شوریٰ نے دستخط ثبت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

"—— حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سانحہ ارتحال کے بعد جس طرح ملک بھر کے اکابر علماء، مشائخ، معززین شہر اور دار العلوم کے مشائخ و اساتذہ نے مولانا سمیع الحق صاحب پر اپنے عظیم والد کی نیابت و جانشینی اور دار العلوم کے اہتمام کی ذمہ داری ڈالی ہے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ کی دستار ان کے سر پر باندھی ہے اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب کا ان کے نائب و معاون کے طور پر تقرر فرمایا ہے، ہم جملہ ارکانِ مجلس شوریٰ دار العلوم حقانیہ متفقہ طور پر ملک بھر کے تمام اکابر علماء، مشائخ، معززین اور اساتذۂ دار العلوم کے اس فیصلے کی توثیق کرتے ہیں اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے جانشین اور دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور ان کے بھائی مولانا انوار الحق پر ان کے نائب و معاون کے طور پر بھرپور اعتماد کرتے ہیں ——"

گذشتہ سالوں میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں مصروفیات اور علالت کی وجہ سے دار العلوم کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقد نہیں ہوسکے۔ اب کے اجلاس میں دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے گذشتہ سالوں کی کارگذاری، مصارف، آمدنی اور مختلف مدات کی تفصیلی رپورٹ پیش فرمائی۔ انہوں نے ۱۴۰۶ھ کے لیے ۱۶,۱۷,۵۱۹/۱۷ (سولہ لاکھ سترہ ہزار پانچسو انیس روپے سترہ پیسے) ۱۴۰۷ھ کیلئے ۲۲,۵۰,۶۱۰/۹۷ (بائیس لاکھ پچاس ہزار چھ سو دس روپے ستانوے پیسے) ۱۴۰۸ھ کے لیے ۲۰,۰۵,۱۱۱/۸۱ روپے

(بیس لاکھ پانچ ہزار ایک سو گیارہ روپے اکاسی پیسے) سالانہ اخراجات کے مصارف اور تفصیلات بتائیں اور ۱۴۰۹ھ کے لیے ....۲۵ (پچیس لاکھ روپے) کا تفصیلی میزانیہ پیش فرمایا، جس کی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر منظوری دیدی۔ ارکان شوریٰ نے دار العلوم کے ہر شعبہ کے بڑھتے ہوئے ترقیات پر خدا وند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا ——— مجلس شوریٰ کے اجلاس میں الحاج کرنل عبدالجبار خان الحاج قریب اللہ، مولانا قاری محمد امین صاحب، مولانا حافظ انوار الحق صاحب، مولانا میاں عصمت شاہ صاحب کاکاخیل، مولانا مطیع الرحمٰن صاحب، جناب محمد ممتاز قریشی صاحب، مولانا عبدالحنان صاحب پارچم، مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیرہ، مولانا عبدالعزیز صاحب، مولانا جمال صاحب، مولانا غلام حیدر صاحب، جناب گل شہزادہ صاحب، جناب ڈاکٹر حاجی صاحب شاہ صاحب، الحاج غلام یٰسین صاحب، مولانا شاہ سید صاحب، الحاج محمد شعیب صاحب، مولانا مجاہد الحسینی صاحب، حافظ حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا فضل حکیم صاحب، جناب محمد عمر صاحب، جناب محفوظ الحق صاحب، الحاج سیف الرحمٰن صاحب، الحاج محمود صاحب، الحاج سیال بادشاہ صاحب، الحاج جمعہ گل صاحب، مولانا محمد حبیب اللہ صاحب، جناب محمود خان صاحب، الحاج وزیر محمد صاحب اور دیگر اکابر نے شرکت کی۔ اجلاس کئی گھنٹے تک جاری رہنے کے بعد دعاء خیر پر اختتام پذیر ہوا۔

احاطہ سید احمد شہیدؒ کی تعمیر اور تکمیل | دار العلوم حقانیہ میں ہمیشہ کے معمول کے مطابق سالِ رواں میں بھی طلبہ کے داخلہ کے موقعہ پر وہی بھیڑ رہی جو ہمیشہ ہوا کرتی ہے۔ دار الاقاموں میں حسبِ گنجائش طلبہ کو قیام کی جگہ دیدی گئی۔ طلبہ کی کثرت کے پیشِ نظر کرائے کے مکانات اور درسگاہوں میں بھی طلبہ کے قیام کی صورتیں بنائی گئیں جبکہ طلبہ کیلئے نئے دار الاقاموں کی شدید ضرورت کے پیشِ نظر ۲۹ جولائی ۱۹۸۷ء کو دار الحدیث کی مغربی جانب درسگاہوں پر بالائی منزل کے طور پر ایک مستقل ہاسٹل کی بنیاد بھی رکھدی گئی تھی جس کا سنگِ بنیاد داعی کبیر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا اور نام بھی انہوں نے ہی "احاطہ سید احمد شہیدؒ" تجویز فرمایا۔ سالِ رواں کے آغاز ہی سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے مشورہ سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اسی تعمیر کا کام بھی شروع کرا دیا تھا، درمیان میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحہ ارتحال کا حادثہ فاجعہ پیش آگیا، مگر الحمدللہ کہ دار العلوم کے انتظامی، تعلیمی اور تدریسی کاموں میں کوئی وقفہ، خلل یا تعطل نہیں آنے دیا گیا۔ "دار الاقامہ سید احمد شہیدؒ" کا تعمیری کام بھی مکمل ہوگیا ہے، یہ احاطہ ۹ کمروں پر مشتمل ہے اور ہر کمرہ میں پانچ طلبہ کے قیام کی گنجائش ہے۔ کرائے کے مکانات اور درسگاہوں میں پڑے ہوئے طلبہ کو حسبِ گنجائش اس جدید دار الاقامہ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

شعبہ تخصص فی الفقہ | ۱۴۰۹ھ کے تعلیمی سال کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی سرپرستی میں ان کے مشورہ سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے دار العلوم میں باقاعدہ طور پر "شعبہ تخصص فی الفقہ" قائم فرمایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کی نگرانی میں مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کو اس سلسلہ کے جملہ مراحل اور ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ داخلہ اہلیت کی بنیاد پر کیا گیا۔ اس سال تین طلبہ (جو دار العلوم سے درسِ نظامی کے فاضل ہیں) کے داخلہ کی گنجائش رکھی گئی۔ قیام و طعام، ریسرچ و تحقیق کے اسباب اور فراہمی کتب کے علاوہ اس شعبہ کے طلبہ کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ شعبہ اپنی کارکردگی، نظامِ تربیت، نصابِ تعلیم، اساتذہ کی محنت، نگرانی و راہنمائی اور جملہ قواعد و ضوابط کے اعتبار سے توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا۔

دو سالہ اس کورس کی تکمیل کے بعد طلبہ کو ریسرچ و تحقیق، تعلیم و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے لیے ملک و بیرونِ ملک کے مختلف اداروں میں خدمتِ دین کے بہترین مواقع مل سکتے ہیں۔ اگلے سال انشاء اللہ طلبہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا۔ داخلہ اہلیت کی بنیاد پر ہوگا۔ درسِ نظامی اور وفاق المدارس العربیہ کے فضلاء جو اس شعبہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں وہ اپنی درخواستیں، سندات اور ضروری کوائف کے ساتھ شوال تک مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے نام ارسال کر سکتے ہیں۔

شعبہ مؤتمر المصنفین کی سالِ رواں کی اجمالی کارکردگی سالِ رواں میں بحمد اللہ دارالعلوم کے شعبہ مؤتمر المصنفین نے اپنی روایات سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ نئی مطبوعات میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تازہ ترین عظیم تاریخی اور شاہکار کتاب "کاروانِ آخرت" جو ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے عمدہ طباعت، گولڈن اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ منظرِ عام پر آگئی ہے جس میں مشاہیر علماء، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، ادباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر موصوف کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور وقیع تبصرے ہیں، جسے مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے گرانقدر تحشیہ کے ساتھ مرتب کیا ہے ○ —— مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیف "امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات" سالِ رواں کے آغاز میں منظرِ عام پر آئی اور ابھی سال پورا نہیں ہوا کہ اس کے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے ○ —— مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی "عقیقہ کی شرعی حیثیت" بھی پچھلے دنوں طبع ہو کر آگئی ہے جو اپنے موضوع پر جامع اور منفرد رسالہ رسالہ ہے ○ —— اسی ماہ مولانا عبدالقیوم حقانی کی تازہ تصنیف "اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال" عمدہ کاغذ اور اعلیٰ گولڈن جلد بندی اور عمدہ طباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آگئی ہے۔ جس میں مختلف طبقوں اور تمام پیشوں سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء، مشائخ، محدثین اور اساتذۂ علم کا جدید اور اچھوتے انداز میں تذکرہ ہے، اپنے فن اور موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب ہے ○ —— مؤتمر المصنفین کی پرانی مطبوعات میں سے جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی "اسلام اور عصرِ حاضر" کا دوسرا ایڈیشن طبع ہو کر آگیا ہے جو کافی عرصہ سے نایاب تھی، ملک بھر سے احباب کا اصرار تھا کہ اس کی طباعت کا فوری اہتمام کیا جائے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ طباعت کا یہ نقشِ ثانی پہلے کی نسبت ہر لحاظ سے عمدہ، جاذبِ نظر، مضبوط، دلکش اور شاندار ہے ○ —— مولانا عبدالقیوم حقانی کی "دفاعِ امام ابوحنیفہؒ" گذشتہ سال شائع ہوئی تھی چونکہ غیر مجلد تھی۔ سالِ رواں کے آغاز میں اس کا دوسرا مجلد اور طباعت کے لحاظ سے شاندار ایڈیشن جونہی منظرِ عام پر آیا ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ اب انشاء اللہ اس کے تیسرے ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے مؤتمر المصنفین کی مطبوعات کی تعداد اس قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ تک پہنچ گئی ہے۔ اس شعبہ پر خصوصیت سے توجہ دی جا رہی ہے اگر قارئین اور عامۃ المسلمین نے بھرپور تعاون اور سرپرستی فرمائی تو ریسرچ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے اس شعبہ کی کارکردگی مثالی اور انقلابی حد تک کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

السعی منی والاتمام من اللہ

واردین و صادرین جہادِ افغانستان کے محاذ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی افغان مجاہدین کے ایک عظیم وفد کے

ساتھ اپنی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور اپنے استاذ، شیخ و مربی اور محسن حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ موصوف اپنے استاذ کے سانحۂ ارتحال کے بعد پہلی مرتبہ محاذِ جنگ سے پاکستان تشریف لائے تھے۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے دفتر الحق میں تعزیت اور ملاقات کی اور مسئلہ افغانستان کی اہم اور تازہ ترین صورتِ حال پر تبادلۂ خیال کیا۔ موصوف کی اب کی تشریف آوری کا مقصد مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقات تھا، جبکہ اس سے چار روز قبل جب آپ دارالعلوم تشریف لائے تو دارالعلوم کی جامع مسجد میں طلبہ سے مفصل خطاب بھی فرمایا۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی عدم موجودگی میں نائب مہتمم مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ نے دفتر اہتمام میں انہیں ضیافت دی ○ — گذشتہ ماہ بزرگ عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ مشائخ علماء اور فضلاء حقانیہ پر مشتمل ایک قافلہ کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، نمازِ مغرب کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ختم القرآن اور ایصالِ ثواب کیا اور رات کا قیام بھی دارالعلوم میں رہا ○ — وانا کالج وزیرستان سے تقریباً پچاس طلبہ کا ایک وفد اپنے اساتذہ اور پرنسپل جناب مولانا محمد قاسم صاحب فاضل حقانیہ کی قیادت میں دارالعلوم تشریف لایا۔ یہاں کے اکابر اساتذہ اور مشائخ سے ملاقات کی۔ یہاں کے دینی ماحول میں چند ساعات گذارنے کو اپنے لیے سعادت اور زندگی کا حاصل سمجھا۔ کالج کے نوجوان طلبہ یہاں کے تعلیمی نظام، نصابِ تعلیم، اخلاقی تربیت اور علمی و روحانی ماحول سے نیک عزائم اور دینی جذبات لے کر شاداں و فرحاں واپس ہوئے ○ — جنوبی وزیرستان کے مشہور عالم دین اور "جہادِ افغانستان" کے مصنف حضرت مولانا نور محمد صاحب، دارالعلوم کے قدیم فاضل اور اب جہادِ افغانستان کے عظیم مجاہد مولانا قاری لعل محمد صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، نمازِ عصر کے بعد دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی، قبائل میں دینی اقدار کے فروغ اور جہادِ افغانستان کی حالیہ نازک اور حساس صورتِ حال پر تبادلۂ خیال کیا۔

○ — علماء پر مشتمل تبلیغی جماعت دارالعلوم تشریف لائی، تین روز تک دارالعلوم میں تبلیغی کام اور قیام رہا۔ ہاسٹلوں اور مختلف احاطوں میں گشت، مجالسِ تعلیم، بیان، ترغیب اور فضائل کے حلقے قائم ہوتے رہے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

تعارف و تبصرہ کتب!

سیرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ | تصنیف: چوہدری محمد صدیق کھوکھر —— ناشر: مکتبہ الفاروق، سلطانپور روڈ لاہور ۳۹
ضخامت: ۹۶ صفحات —— قیمت ۵۰/۷ روپے

گو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں اور ان کی عقیدت و محبت کا محور ہیں۔ جیساکہ ارشاد خداوندی ہے۔ النبیؐ اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم لیکن ان سب میں نرالی شان اپنی بیدار مغزی، اصابت رائے اور سیرت و صورت کے لحاظ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ جن کو (بحوالہ مصنفین کتب رجال) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرا (گوری) فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔

یا ام سلمیٰ۔ لا تو ذینی فی عائشہ فانہ واللہ ما نزل علی الوحی فی بیت و انا فی لحاف امرءۃ منکن غیرھا (بخاری ص ۵۳۲)

اے ام سلمیٰؓ! حضرت عائشہؓ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی بیوی تم میں ایسی نہیں جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آتی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ پر اس سے پہلے اردو زبان میں کئی کتابیں منصہ شہود پر آئی ہیں۔ لیکن ان سب میں جامع ترین کتاب علامہ سید سلیمان ندویؒ کی سیرت عائشہؓ ہے۔ اس کے دیباچے میں آپ لکھتے ہیں

"ایک مسلمان عورت کے لئے سیرت عائشہؓ میں اس کی زندگی کے تمام تغیرات و انقلابات اور مصائب شادی، رخصتی، سسرال، شوہر، سوکن، لاولدی، غربت، خانہ داری، رشک و حسد غرض ہر اس موقعہ اور ہر حالت کے لئے تقلید کے قابل نمونے موجود ہیں۔ پھر علمی، عملی، اخلاقی ہر قسم کے گوہر گراں مایہ سے یہ پاک زندگی مالامال ہے اس لئے سیرت عائشہؓ اس کے لئے ایک آئینہ خانہ ہے جس میں صاف طور سے یہ نظر آئے گا کہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کی حقیقی تصویر کیا ہے۔"

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف چوہدری محمد صدیق صاحب کھوکھر نے اپنی تالیف کا ایک اور سبب بھی لکھا ہے،

"روئے زمین پر جب تک قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہے گی حضرت سیدہ کی پاکیزگی وطہارت، عصمت و عفت کے ترانے گونجتے رہیں گے۔ اور لیل و نہار کی کوئی نابکار گردش آپ کی عصمت و عفت اور پاکیزگی وطہارت پر اپنا غبار نہیں پھینک سکے گی۔ لیکن یہ بات نہایت دکھے دل سے کہنی پڑتی ہے کہ بعض نام نہاد مسلمان دن رات آپ کی ذات گرامی پر سبّ وشتم کرتے ہیں۔ اور آپ پر سب وشتم اور تیر اندازی ان کا دل پسند مشرب ہے"

اسی ضرورت کے پیش نظر فاضل مؤلف نے انتہائی سہل مختصر اور دل نشیں انداز میں دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ ہم اپنے قارئین سے اس کتاب کے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔ (م - ا - ف)

سیرت امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہؓ | مرتب :- حافظ نور محمد انور ——— ناشر :- مکتبہ الفاروق، سلطان پورہ روڈ لاہور ۳۹
ضخامت :- ۱۶۰ صفحات ——— قیمت :- ۵۰/۱۳ روپے

خلفائے راشدینؓ کے بعد تاریخ اسلام میں جس شخصیت نے بحیثیت امیر جو کارہائے نمایاں انجام دئے وہ حضرت امیر معاویہ رضؓ ہیں۔ تقریباً ۲۰ سال تک آپ حکمران رہے۔ اور اس عرصہ میں آپ نے اسلامی فتوحات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ اسلامی ریاست کا بیشتر حصہ آپ ہی کے دور امارت میں اسلام کے زیر نگیں ہوا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے بنو عباس اور بنو امیہ کی باہمی روائتی چپقلش کی زد سے آپ بھی محفوظ نہ رہے اور یوں آپ کی بے داغ شخصیت کو داغدار کرنے کی منظم سازش شروع ہوئی جس میں عبد اللہ بن سبا یہودی کے ٹولے نے مرکزی کردار ادا کیا۔ مگر ان بیگانوں کے علاوہ بعض نام نہاد یگانوں نے جس انداز سے آپ پر سب وشتم کے تیر چلائے ان کے وار اور بھی گہرے ہیں۔

یوں تو امیر مظلوم رضی اللہ عنہ پر بہت ضخیم اور رسائل کی شکل میں کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب جس کو محترم حافظ نور محمد صاحب انور نے ترتیب دی ہے۔ حضرت الامیر پیر سید نور الحسن شاہ بخاریؒ۔ علامہ دوست محمد قریشی۔ سردار احمد خان پتافی۔ مولانا پیر غلام دستگیر نامی۔ مولانا ضیاء القاسمی۔ مولانا سجاد بخاری۔ مولانا داؤد احمد ہاشمی اور مولانا عنایت اللہ کے تحریر کردہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو کہ ان مذکورہ حضرات نے تنظیم اہلسنت کے آرگن ماہنامہ "دعوت" کے حضرت امیر معاویہؓ نمبر کے لئے لکھے تھے۔ حافظ صاحب نے افادۂ عام کی خاطر ان کو یک جا کر کے ایک بہترین تحفہ اردو دان طبقہ کے لئے تیار کیا ہے۔ جو آپ کو کئی ضخیم اور تاریخ کی کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں سے مستغنی کر دے گا

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لئے مزید سودمند ثابت فرمانے کے ساتھ ساتھ حافظ صاحب کو صحابہ کرامؓ کی محبت کے عوض اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین (م - ا - ف)
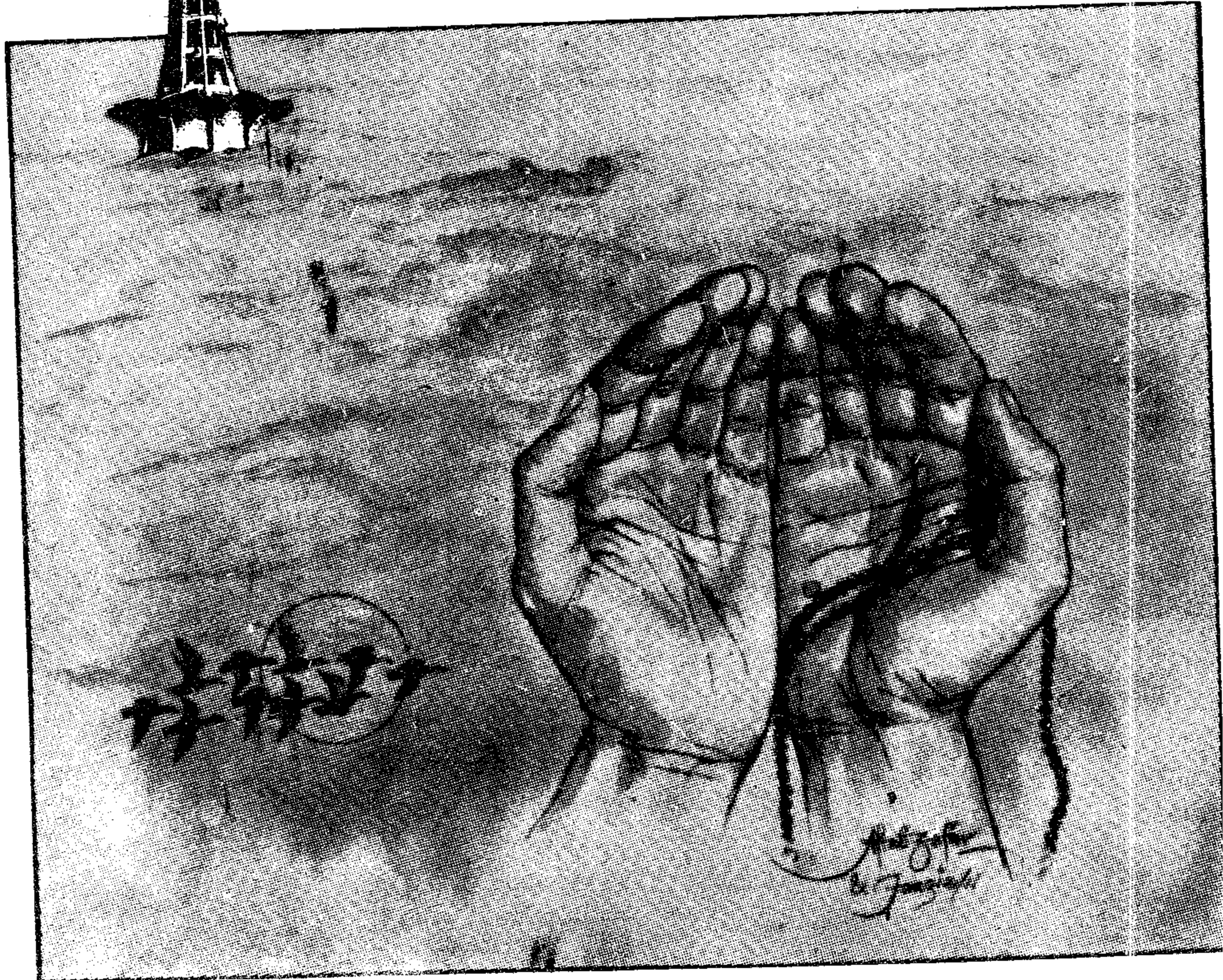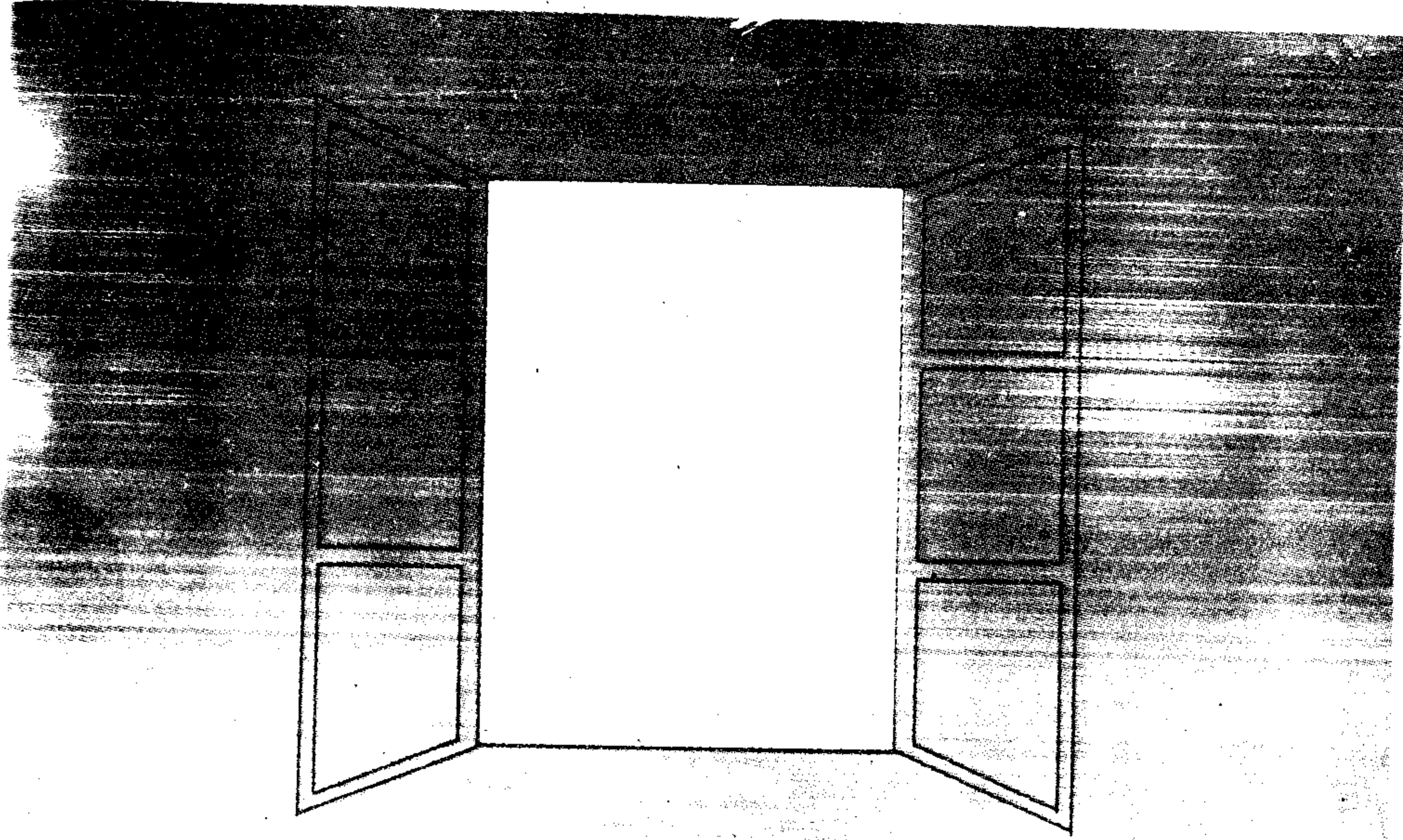
کثیر سرمایہ طلب کرنے والی اعلیٰ تکنیکی صنعتوں کے لیے

بینکرز ایکویٹی

نجی شعبے کو ایک ہی جگہ سے مطلوبہ مالی امداد مُہیا کرتا ہے

ہماری خدمات حسب ذیل صورتوں پر مشتمل ہیں

- پبلک کو پیش کیے جانے والے حصص کی ضمانت۔
- درمیانی اور طویل میعاد کے میعادی مالی سرٹیفکیٹ اور شراکتی اور میعادی سرٹیفکیٹ ۔
- بیرونی زرِ مبادلہ کی شراکتی اور میعادی بنیاد پر فراہمی۔

- اندرونِ ملک ساختہ مشینری کی برآمد کے لیے رعایتی شرائط پر سرمایہ مہیا کرنا۔
- اندرونِ ملک ساختہ مشینری کی خریداری کے لیے رعایتی شرائط پر سرمایہ فراہم کرنا۔
- صنعت و کاروبار کے لیے مضاربے کا اجراء
- محدود مدت کے لیے رواں سرمائے کی ضروریات

۱۹۸۰ء میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور پانچ قومیائے ہوئے بینکوں کے تعاون سے قائم شدہ ادارہ بینکرز ایکویٹی اب تک پاکستان بھر میں ۱۱۹ صنعتوں کو ۹,۸۷۹ ملین روپے کی مالی امداد پیش کر چکا ہے۔

BE بینکرز ایکویٹی لمیٹڈ

ترقیاتی وسائل کا بینک

پہلی منزل، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر ۳
ڈاکٹر ضیاءالدین احمد روڈ، کراچی، پاکستان

مُنافع بھی زیادہ اور روپیہ بھی محفوظ
قومی بچت
آپ کی سرمایہ کاری کا بہترین ذریعہ
خاص ڈپازٹ سرٹیفیکیٹس / اکاؤنٹ
● ۱۵ سے ۱۷ فیصد تک منافع
● منافع انکم ٹیکس سے آزاد
● منافع پر مزید منافع ممکن
● بیرونِ مُلک سے سرمایہ کاری کی صورت میں
● ہر چھ ماہ بعد منافع کی ادائیگی
منافع کی ادائیگی زرِ مبادلہ میں ممکن۔
● حکومتِ پاکستان سرمایہ اور منافع کے تحفّظ کی ضامن
خاص ڈپازٹ اور قومی بچت کی دیگر سکیموں میں سرمایہ کاری اور تفصیلات کے لیے
قریبی مرکز قومی بچت یا مجاز ایجنسیوں مثلاً ڈاکخانہ جات، بینک اور سٹیٹ بینک کی برانچوں سے رجوع فرمائیں
جاری کردہ : سینٹرل ڈائریکٹوریٹ آف نیشنل سیونگز سی ڈی اے۔ بلاک نمبر (۱)، اسلام آباد۔ فون: 829828
NATIONAL SAVINGS
PID (ISLAMABAD)
United
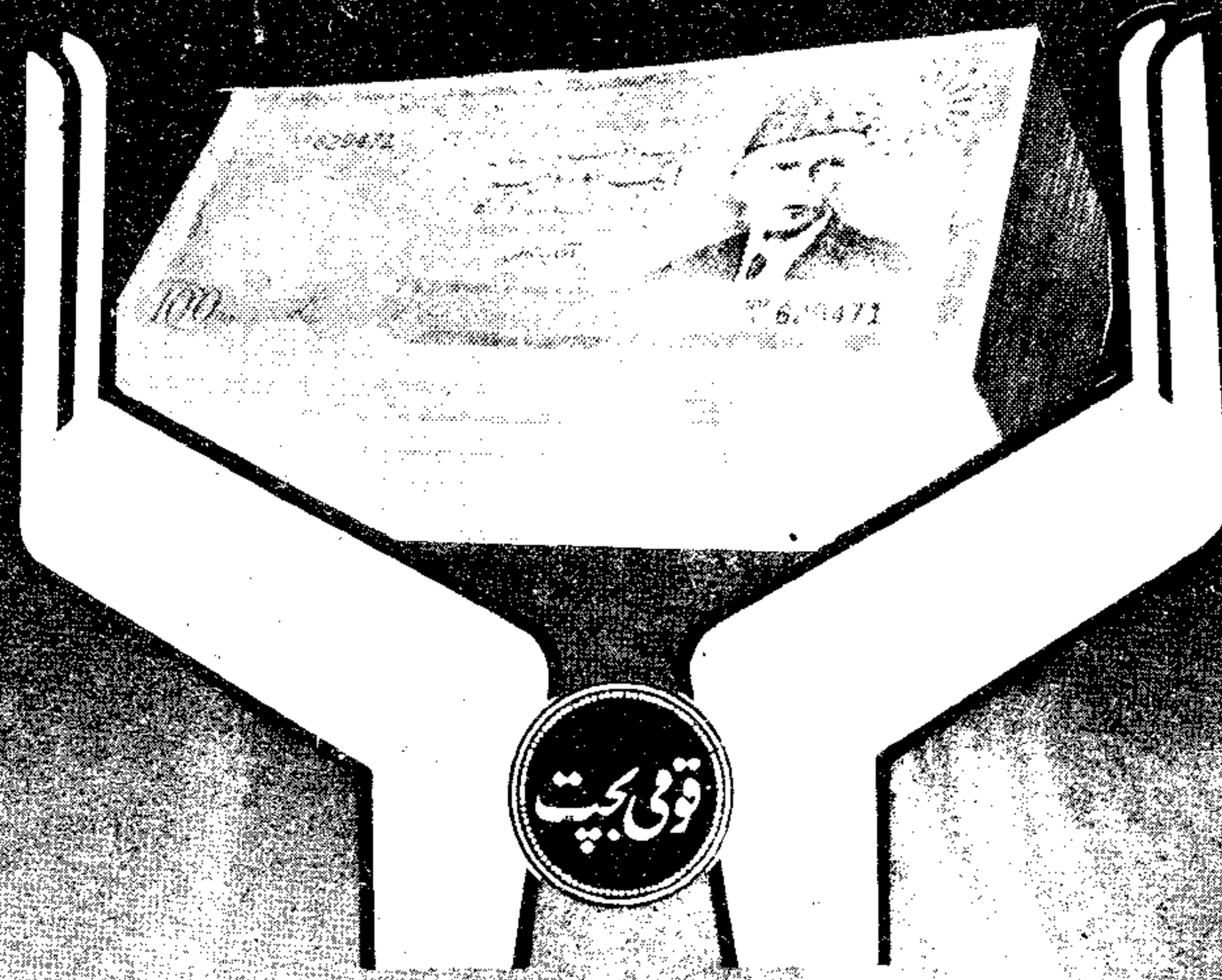
ہم آپ ہی کی بہتر خدمت کے لئے آپکا تعاون چاہتے ہیں۔

نامزدگی

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں نامزدگی کا اندراج کرادیا ہے ؟ اگر نہیں تو مہربانی کرکے اب جلد کروادیں ۔

پالیسی کی تفویض

جب پالیسی کسی کے نام تفویض کی جاتی ہے تو سابقہ ورثار کی نامزدگی منسوخ ہوجاتی ہے ۔ اگر پالیسی دوبارہ آپکے حق میں منتقل ہوتو ورثار کی نامزدگی ازسرِنو کرانا نہ بھولئے ۔

مُقررہ مدّت میں واجب الادا پریمیم کی ادائیگی

اسٹیٹ لائف کی طرف سے ادائیگی کی یاددہانی باقاعدہ طور پر کرائی جاتی ہے ۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے آپ تک نہ پہنچ سکے ۔ اس لئے ادائیگی کی مقررہ تاریخ یاد رکھئے اور اپنا پریمیم ہمیشہ وقت پر، اور بہرصورت رعایتی مُدّت کے اندر ادا کردیجئے ۔

پریمیم کی ادائیگی کا طریقہ

رسید بلاتاخیر حاصل کرنے کیلئے اپنا پریمیم اپنے علاقائی دفتر کو بذریعہ رجسٹری ڈاک، چیک کی صورت میں بھیجئے ۔ چیک اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان ہی کو قابلِ ادائیگی ہونا چاہئے ۔

پتہ کی تبدیلی

پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں اپنے علاقائی دفتر کو مطلع کرنا نہ بھولئے اور تمام مراسلات میں [illegible] پالیسی نمبر ضرور لکھئے ۔

عُمر کا اندراج

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں عُمر کا اندراج کرالیا ہے ؟ اگر نہیں تو براہِ مہربانی فوری اندراج کرالیجئے ۔

اگر آپ کو ۱۵ دن کے اندر مراسلے کا جواب نہ ملے تو حسب ذیل پتے پر مطلع کریں ۔

ایگزیکیٹو ڈائریکٹر (پی ایچ ایس)

اسٹیٹ لائف

انشورنس کارپوریشن آف پاکستان

پرنسپل آفس، پی۔او۔ بکس نمبر ۵۷۲۵، کراچی

NATIONAL INVESTMENT TRUST
NIT
LTD